نعتیہ ادب کے جواں سال محقق و ناقد مشہور نعت گو شاعر و ادیب
ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی مالیگ کے مختلف
مدحت نگارانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لکھے گئے مضامین کا دل کش مجموعہ

# نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے

(مضامین)

......☆رشحاتِ خامہ☆......

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی

......☆ترتیب وتہذیب☆......

نور محمد برکاتی




| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے (مضامین) |
| مصنف | : | ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی (مالیگاؤں) |
| ترتیب | : | نور محمد برکاتی (مالیگاؤں) |
| کمپوزنگ | : | ایس آر گرافکس، مالیگاؤں |
| صفحات | : | 112 |
| سنہ اشاعت | : | |
| تعداد | : | 500 |
| طباعت | : | |
| قیمت | : | |



رابطہ : ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی،
سروے نمبر ۳۹، پلاٹ نمبر ۱۴، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں
423203 (ضلع ناسک)، مہاراشٹر،
موبائل : 09420230235 / 09021761740
ای-میل : mushahidrazvi79@gmail.com



ملنے کے پتے : سٹی بک ڈپو، قصاب باڑہ مسجد، محمد علی روڈ مالیگاؤں 9226728995
قادری کتاب گھر، اکھاڑہ مسجد، اسلام پورہ، مالیگاؤں
رحمانی پبلی کیشنز 1032، انصار روڈ، اسلام پورہ، مالیگاؤں، مہاراشٹر
Mob:9890801886 . 9270704505

# انتساب

بہ صدف خلوص ومحبت

نعتیہ ادب کے فروغ وارتقا میں اپنا نقشِ جاوداں مرتسم کرنے والی شخصیات

راجا رشید محمود

پروفیسر حفیظ تائب

ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق دانا پوری

ڈاکٹر سید شمیم گوہر الٰہ آبادی

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

ڈاکٹر سراج احمد بستوی

محمد شہزاد مجددی

اور

سید صبیح رحمانی

کی خدماتِ جلیلہ کے نام

......☆ نیازمند ☆......

محمد حسین مُشاہد رضوی



# آئینۂ ترتیب


| نمبر | عناوین | صفحہ |
|---|---|---|
| 1 | منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی | 5 |
| 2 | محسؔن کاکوروی......اُردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شاعر | 7 |
| 3 | اُستاذِ زمن علامہ حسؔن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری | 12 |
| 4 | کلامِ رضؔا بریلوی میں علمی مصطلحات کی ضیاباریاں | 21 |
| 5 | قبالۂ بخشش......مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی کا نعتیہ دیوان | 27 |
| 6 | محدثِ اعظمِ ہند......شخصیت اور نعتیہ شاعری | 33 |
| 7 | بلبلِ بُستانِ مدینہ......علامہ اختر رضا ازہری بریلوی | 40 |
| 8 | مولانا محمد یونس مالیگ......گلستانِ نعت کا شیریں بیاں بلبل | 46 |
| 9 | مولانا سعید اعجؔاز کامٹوی کی سعادت افروز نعتیہ وسلامیہ شاعری | 48 |
| 10 | علامہ قمر الزماں اعظمی کی نعت گوئی | 57 |
| 11 | الطاؔف سلطان پوری کی نعت گوئی اصلاحی اور پیغاماتی ہے | 62 |
| 12 | کلیؔم شاہدوی......مترنم بحروں کے مقبول نعت گو شاعر | 68 |
| 13 | مولانا شاکؔر علی نوری......دبستانِ بریلی کے خوش فکر نعت گو شاعر | 73 |
| 14 | سخن کی معراج......محمد توفیق احسؔن برکاتی کا نعتیہ مجموعہ | 79 |
| 15 | ’’گلزارِ نعت‘‘ پر ایک نظر | 83 |
| 16 | ارشد مینانگری اور نعت گوئی میں ہیئتی تنوع | 86 |
| 17 | قاری تابشؔ مالیگانوی اور فنِ نعت گوئی کی تابشیں | 94 |
| 18 | تعارف | 103 |

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۔

# منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی

سیرت ،قرآنیات،احادیث،نعتیہ شاعری،مذہبی ادب اور رضویات ونوریات کے ساتھ ساتھ شاعری، تحقیق وتنقیداوراردوادب کی تاریخ وتذکرہ پرلکھی گئی کتب کا مطالعہ میرے خاص مشاغل میں سے ہے۔مطالعہ ومشاہدہ کے دوران ایک بات جو بار بار کھٹکتی رہی وہ یہ کہ اردوادب کےتذکرہ نگاروں اورناقدین نے اپنی کتابوں میں اسلام پسنداد یبوں اورشاعروں نیز نعت جیسی مقدس اور پاکیزہ صنف کےفروغ وارتقامیں اپنی قوتِ متخیلہ کو بروے کارلاکر زبان و ادب اورلسانیات کی گراں قدر خدمت انجام دینے والے حضرات کا ذکر آخر کیوں نہیں کیا؟ جب مَیں نے ایک بہت بڑے نقّاد سے اس ضمن میں گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا میدان نہیں ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذہبیات پرلکھنا اورنعتیہ ومذہبی شاعری میں اپنے جوہر بکھیرنا یہ زبان وادب اورلسانیات کی خدمت نہیں ہے؟اس حقیقت کو بہ ہرحال تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ادیبوں اورشاعروں نے اردوزبان وادب کی ترقی میں جوکردارادا کیا ہےاس میں ایسی وسعت اوررنگارنگی ہے کہ وہ یقیناً آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

ہمارے ناقدین کی ان شاعروں اور ادیبوں سے گریز کی روش سے مجھ جیسے مذہب پسندادب کے طالب علم کا ذہنی کشمکش میں مبتلا ہونا فطری امر ہے۔ادب اورفن کے وسیع کینوس پر نظرڈالتے ہوئے ٹی.ایس.ایلیٹ کےنظریہ کے مطابق:

”شاعر کامقام ومرتبہ فن کے وسیع تناظر میں ہونا چاہیے“۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمارے ناقدین کو اپنے تنقیدی رویوں میں وسعت لاتے ہوئےنعتیہ ادب پربھی خامہ فرسائی کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔لیکن اس سمت خاطرخواہ پیش رفت نہ ہوئی۔بل کہ آج بھی بعض نقّاد کے نزدیک نعت جیسی طاقت ورصنف؛ اصنافِ سخن میں شمار



کرنے کا استحقاق نہیں رکھتی۔ان ہی عوامل نے میری فکر ونظر کو مہمیز لگائی اور میں نے حروف و الفاظ سے آشنائی پیدا کر کے الفاظ سے جملہ بنانے کا فن سیکھا اور جملے سے مضمون تحریر کرنے کے آداب سیکھ کرنعتیہ اورمذہبی ادب کے عروج وارتقامیں حصہ لینے والے حضرات کی نگارشات پر مضامین قلم بند کرنے کا سلسلہ شروع کیا؛ جس میں مجھے کافی حدتک کام یابی نصیب ہوئی۔مختلف شخصیات پر الگ الگ مواقع پرتحریر کیے گئے یہ مضامین ومقالات اخبارات ورسائل کی زینت بنے ،جن کی اہل ذوق نے کافی سراہنا کی۔چند مخلص احباب نے مشورہ دیا کہ ان مضامین و مقالات کوعلاحدہ کتابی صورت میں یک جا کرلیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔

پیشِ نظر کتاب ”نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے“ ان ہی مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے۔ جسے برادرم نور محمد برکاتی زید علمہٗ نے ترتیب دیا ہے، اس کتاب میں ۱۶؍نعت گوشعرا کی نعتیہ شاعری پر لکھے گئے مضامین شامل کیے جارہے ہیں جن میں زیادہ تر مضامین مختلف اخبارات و رسائل کی زینت بن چکے ہیں۔علاوہ ازیں سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی کی نعت گوئی پرراقم کا مرقومہ مقالہ ”اقلیمِ نعت کا معتبر سفیر...... نظمی مارہروی“ علاحدہ سے کتابی صورت میں منظر عام پرآ کرخراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔اسی طرح شہزادۂ اعلاحضرت حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی نعتیہ شاعری پرقلم بند کیے گئے تحقیقی مقالہ پر ناچیز کو ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی اورنگ آباد نے پی.ایچ.ڈی.کی باوقار ڈگری تفویض کی ہے، متذکرہ مقالہ بھی ان شآءاللہ طبع ہوکر اہل علم ودانش کی محفل میں پیش کیا جائے گا۔

یقین ہے کہ اہلِ نقد ونظراور باذوق حضرات راقم کی دیگر کاوشات کی طرح پیشِ نظر کتاب ”نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے“ کی بھی بھرپور پذیرائی فرمائیں گے۔

(ڈاکٹر) محمد حسین مُشاہدرضوی
۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۲/۱۳؍اگست ۲۰۱۱ء بروز سنیچر
سروے نمبر ۳۹، پلاٹ نمبر ۱۴، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں،
09420230235 / 09021761740

# حضرت محسنؔ کاکوروی

## اُردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شاعر

اردو میں نعتیہ شاعری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اردو شاعری کی تاریخ، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز سے منسوب ''معراج العاشقین'' اور فخرالدین نظامی کی مثنوی ''کدم راو پدم راؤ'' سے باضابطہ اردو نعتیہ شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ مذکورہ دونوں کتب میں اردو کے اوّلین نعتیہ کلام حمدِ باریِ تعالیٰ کے بعد نظم کیے گئے ہیں۔ ان کے بعد کے دور میں تقریباً اردو کے ہر شاعر نے نعت کو یا تو بطورِ تبرک تحریر کیا ہے یا تو روایت کے مطابق......البتہ بعض ایسے عاشقانِ رسول (ﷺ) شعرا بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتیں اور اور بصیرتیں نعتیہ ادب کے فروغ وارتقا کے لیے وقف کردیں۔ ان میں کافیؔ مرادآبادی، لطفؔ بدایونی، امام احمد رضا بریلوی، محسن کاکوروی وغیرہم کے نام آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی اور محسنؔ کاکوروی نے نعت گوئی کو ہی اپنا موضوعِ شاعری بنایا اور اس فن کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔ آج اردو میں نعتیہ شاعری کے جتنے سرمایے ملتے ہیں وہ سب کے سب براہِ راست یا بالواسطہ ان حضرات کے تخیلات کے عطر مجموعہ ہیں۔ نعت اردو کی جملہ اصناف میں انتہائی مشکل ترین صنف ہے۔ اس میں زبان و بیان پر قدرت حاصل کرلینا ہی ضروری نہیں بل کہ شاعرانہ صلاحیت اور فنی محاسن کے ساتھ ساتھ قلب و ذہن کی پاکیزگی، عشقِ رسول (ﷺ) کی وارفتگی اور خلوص ولِلّٰہیت نعت گوئی کے لیے ضروری ہیں۔ ان اوصاف کے بغیر نعتیہ کلام میں سوز وگداز سے مبرّہ اور کیف وسرمستی سے خالی صرف تعریفی وتوصیفی اشعار کا مجموعہ ہو کر رہ جائے گا۔

حضرت محسنؔ کاکوروی ۱۲۴۲ھ میں دیارِ اردو لکھنؤ کے قصبہ کاکوری کے ایک شریف، دین دار اور تعلیم یافتہ علوی سیّد گھرانے میں پیدا ہوئے۔ فطری اعتبار سے آپ نیک، متقی، پرہیزگار اور پاکیزہ طبیعت کے حامل تھے۔ دل عشقِ رسول ﷺ سے معطر و معنبر تھا......لہٰذا ان کے قلم سے نکلا ہوا ہر شعر کیف وسرمستی اور سوز وگداز میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ محسنؔ نے زیادہ تر نعتیہ کلام قصیدے کے فارم میں



قلم بند کیے۔ آپ کے یہاں دیگر شعرا کی طرح خیالات کی بے راہ روی نہیں ملتی۔ آپ نے محض سولہ سال کی عمر میں ایک ایسا شان دار نعتیہ قصیدہ لکھا جو خیالات کی پاکیزگی، جذبات کی صداقت، ندرتِ بیان اور تعظیم ومحبت کے حدود میں قائم رہنے کی وجہ سے ایک شاہ کار قصیدہ سمجھا جاتا ہے۔ محسنؔ کا قصیدہ ''سراپائے رسول'' بھی کافی مقبولیت رکھتا ہے۔ محسنؔ نے قصائد کے علاوہ کئی مذہبی مثنویاں بھی لکھیں ان کے شعری سرمایہ کی تفصیل یہ ہے:

**قصائد:** (۱) گلدستۂ رحمت (۲) ابیاتِ نعت (۳) مدیحِ خیرالمرسلین (۴) نظمِ دل افروز (۴) انیسِ آخرت

**مثنویات:** (۱) صبحِ تجلّی (۲) چراغِ کعبہ (۳) شفاعت ونجات (۴) فغانِ محسنؔ (۵) نگارستانِ الفت

ان کے علاوہ رباعیات اور مسدس کی ہیئت میں بھی کچھ نعتیہ منظومات ملتی ہیں۔ محسنؔ کی شعری کائنات، فکری پاکیزگی، بلند نگاہی، ندرتِ بیان اور نادر تشبیہات واستعارات، پیکر اور ترکیب سازی کی وجہ سے ایک خصوصی اور انفرادی اہمیت کی حامل ہے۔

''صبحِ تجلّی'' میں رسولِ مکرم ﷺ کی ولادتِ پاک کا ذکرِ جمیل بہت ہی حسین اور خوب صورت شاعرانہ انداز میں کیا ہے۔ اشعار میں منظر نگاری اور مصوری کا حسن پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ نت نئی تشبیہات واستعارات کیف وسرور کو دوبالا کرتے ہیں۔ چند اشعار خاطر نشین ہوں ؎

تفسیرِ کتابِ آسماں ہے — بیضاویِ صبح کا بیاں ہے
یا خضر ہے مستعد وضو پر — سبزہ ہے کنارِ آبِ جو پر
یا صومِ سکوت میں ہے مریم — غنچے میں خامشی کا عالم

علاوہ ازیں ''چراغِ کعبہ'' میں محسنؔ نے نبیِ کریم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے نیز واقعۂ معراج النبی کا تذکرۂ خیر بھی کیا ہے اور ''شفاعت ونجات'' میں اُخروی سرفرازی اور کامرانی کی خواہش وتمنا کا شعرانہ اظہار کیا ہے۔ ''چراغِ کعبہ'' میں آپ نے آقا ﷺ کی سراپا بیانی میں جو انداز اختیار کیا ہے اس میں سلاست وروانی بھی ہے اور مضمون آفرینی بھی البتہ شرعی حیثیت سے چند اشعار قابلِ گرفت بھی ہیں۔ جیسے ؎

غیریتِ عین کو رب سے — عینیت سے غیرِ رب کو رب سے
سایا کیا میم تک جدا تھا — ذاتِ احمد تھی یا خدا تھا

ان شعروں میں ''احمد'' کے ''میم'' کو ہٹا کر ''اَحد'' اور ''عرب'' سے ''عین'' کو لفظ سے جدا کر کے ''رب'' بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ جس سے شرعی سقم مترشح ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں چند لائقِ تحسین اشعار نشانِ خاطر ہوں جن سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے ؎

اسرارِ دین میں وحیِ منزل　　اور حاملِ وحی ریشِ مرسل
احباب میں لبِ مسیح تقریر　　اعدا میں لیے کلیم شمشیر
کیا ذکرِ تبسم نبی ہے　　گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے
کانوں کی سنی ہے کیا روایت　　جو سرد ہے قطب کی ولایت
جوہر کا بھرا ہوا خزینہ　　آئینہ بے مثال سینہ
اسرار نہ آسمانِ نظر میں　　ڈوبے ہوئے ہفت بحر و بر میں
اس گردنِ صاف کی بلندی　　تکبیر فریضۂ سحر کی

محسنؔ کی تمام ہی مثنویاں ان کی فن کارانہ عظمت کی مظہرِ جمیل ہیں۔ عبدالقادر سروریؔ محسنؔ کاکوروی کی ان کاوشاتِ شعری پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم ہیں:

''مذہبی موضوعات پر لکھنے والوں میں محسنؔ غالبًا سب سے زیادہ نفیس لکھنے والے ہیں۔ ان کا اسلوب نہایت دل کش اور پُر لطف ہے۔ اس میں سادگی کے باوجود حُسن اور شاعرانہ لطافتیں موجود ہیں۔ مذہبی نظموں میں یہ لطفِ گویائی کم شاعروں کے حصے میں آیا ہوگا۔ 'چراغِ کعبہ، صبحِ تجلّی' دونوں محسن کے شاہ کار ہیں ان میں تغزل کے اشاروں کنایوں سے بڑا لطف پیدا کیا گیا ہے۔ یہ مثنویاں مختصر اور نفیس ادبی نظمیں ہیں۔''

الغرض محسنؔ کو زندۂ جاوید اور ان کے نام کو عظمت کے بامِ عروج تک پہنچانے میں ان کے ''قصیدۂ لامیہ'' کا بڑا دخل ہے جو انتہائی مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہے ؎

سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل　　برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل
ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیرا گھپ ہے　　برق سے رعد یہ کہتی ہے کہ لانا مشعل
جوگیا چرخ پہ ہے یا کہ لگائے ہے بھبھوت　　یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمبل
کبھی ڈوبی کبھی اُچھلی مہِ نو کی کشتی　　بحرِ اخضر کے تلاطم میں پڑی ہے ہلچل



شاعرانہ لطافت، نادر تشبیہات و استعارات، علمی و ادبی اصطلاحات و تلمیحات، شاعرانہ پیکر تراشی، نئی نئی ترکیب سازی، عربیت کی آمیزش اور ہندی و ہندوستانی عناصر کے ساتھ فارسیت کے گہرے رچاؤ کی وجہ سے اس قصیدہ کو اردو شاعری کا شاہ کار قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اس قصیدہ کو محسنؔ کی شاعرانہ خوبیوں کا حامل بتایا ہے خاص طور سے اس کی تشبیب کو بہت سراہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایسی نرالی تشبیب آپ کو اردو کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملے گی۔ ذوقؔ و سوداؔ قصیدے کے بادشاہ ہیں لیکن ان کی تشبیب میں ایسی جدت اور زور نہیں۔ یہ مضامین، تشبیہات، استعارات اور خیالات جو خالص ہندوستانی فضا کی پیداوار ہیں محسنؔ ہی کا حصہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محسنؔ کی پاکیزہ طبیعت عوام کی پامال شاہ راہ سے بچ کر اپنا راستہ الگ بنانا چاہتی تھی یہی وجہ ہے کہ انھوں نے سرزمینِ نعت مین اپنی جدّت پسندی سے رنگ رنگ کے پھولوں کا ایک گل زار کھلا دیا ہے۔''

محسنؔ نے اپنا ''قصیدۂ لامیہ'' اساتذۂ فارسی و اردو کی زمین میں تحریر کیا ہے، یہ قصیدہ لطافتِ تخیل اور ندرتِ اسلوب میں منفرد و یگانہ ہے۔ محسنؔ نے سرورِ عالم و عالمیاں ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے اخلاق و عادات اور فضائل و شمائل کو ہندوستانی رنگ و آہنگ میں پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کی تمہید محسنؔ کے شہبازِ فکر و تخیل کی بلند پروازی اور شعریت کا اعلا نمونہ ہے۔ اسی قصیدہ کی دو غزلیں جو خالص قصیدہ کی معنوی فضا سے مکمل طور پر ہم رشتہ ہیں اور اسی کا تخلیقی حصہ نظر آتی ہیں بلاشبہ مدحتِ خیر البشر ﷺ کا ایک نورانی پیکر ہیں۔ دو شعر خاطر نشین ہوں ؎

گل خوش رنگ رسولِ مدنی العربی　　زیبِ دامانِ ابد طرۂ دستارِ ازل
سب سے اعلا تری سرکار ہے سب سے افضل　　میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے اجمل

حضرت محسنؔ نے اس قصیدہ میں اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کی لفظیات کو برتا ہے اور اس کی زیریں رَو میں ہندوستانی رنگ و آہنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ محسنؔ نے خالص ہندوستانی تشبیہات و استعارات کا سہارا لیا ہے۔ لیکن کہیں بھی نعت کی طہارت و پاکیزگی مجروح نہیں ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس قصیدے کو ہندوانہ تہذیب و تمدن کا آئینہ دار بتاتے ہوئے محسنؔ پر تنقید کے نشتر بھی چلائے ہیں۔ حال آں کہ حضرت حسان و کعب رضی اللہ عنہم کے نعتیہ قصائد میں بھی تشبیب کے خالص عشقیہ اشعار شامل

ہیں محسنؔ نے صرف اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اس طرح کی تشبیب لکھی ہے۔ڈاکٹر فخرالاسلام اعظمی لکھتے ہیں:

"محسنؔ کا تعلق دبستانِ لکھنؤ سے ہے،لیکن انکی شاعری میں عام لکھنوی شعرا کا ابتذال اور نسوانیت کا رنگ نہیں ہے۔محسنؔ نے لفظی صناعی پر توجہ کی ہے لیکن اس موقع پر بھی انھوں نے اپنی انفرادیت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ان کی رعایت بے ساختہ، ان کی تشبیہات واستعارات جان دار اور ان کا انداز شاعرانہ ہے۔"

اسی طرح ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے محسنؔ کاکوروی کے شاعرانہ محاسن پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے۔موصوف راقم ہیں:

"بندش کی چستی اور نظم کی روانی ایسی ہے کہ طبیعت اس پر رک کر نہیں رہ جاتی۔ تشبیہات میں شاعر کے اسلوبِ فرک، جدت کا اظہار، ندرتِ ادا اور مذاقِ شاعرانہ پایا جاتا ہے۔محسنؔ خالص ہندوستانی فضا کے شاعر ہیں اور اپنے ماحول کی ترجمانی کرتے ہیں ان کے خیال، ان کی زبان، ان کی تشبیہات اور استعارات اسی ملک کی پیداوار ہیں اس لیے ان میں اثر بھی زیادہ ہے۔"

غرضے کہ اردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شعرا میں محسنؔ کاکوروی کا نام نمایاں ہے ان کے نعتیہ قصائد روشِ عام سے جداگانہ، جدید اسلوبِ بیان کے حامل اور رعنائی و زیبائی کا حسین مجموعہ ہیں۔ان میں جہاں عشقِ رسول ﷺ کا والہانہ جذب وکیف ہے وہیں زبان وبیان کی ندرت وجدت بھی ہے۔محسنؔ کاکوروی نے فنی نقطۂ نگاہ سے اردو قصیدہ گوئی کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا ہے ان کی نعتوں میں قصیدے کا جلال و جمال، مثنوی کا رنگ وآہنگ اور غزل کا کیف وسرور بدرجۂ اتم موجود ہے۔ان کی شاعری میں نفس کی پاکیزگی، فکر ونظر کی صفائی اور ذہن وقلب کی تطہیر کا جو سامان پایا جاتا ہے یقیناً وہ ہر ہر لحاظ سے لائقِ تحسین ہے۔

(روزنامہ "اردو ٹائمز" ممبئی کے سنڈے میگزین ۱۰/اگست ۲۰۰۸ء بروز اتوار صفحہ ۱۲ پر راقم کے شائع شدہ مضمون میں معمولی ترمیم واضافہ کے بعد مندرجۂ بالا مضمون پیشِ نظر کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔مُشاہدؔ)



# اُستاذِ زمن علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری

نعت اردو کی دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں سب سے زیادہ طاقت ور، معظّم، محترم اور محبوب وپاکیزہ صنف ہے۔اس کا آغاز یومِ میثاق ہی سے ہو چکا تھا۔قادرِ مطلق جل شانہٗ نے قرآنِ عظیم میں جابجا اپنے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات کو بیان فرما کر نعت گوئی کا سلیقہ و شعور بخشا ہے۔صحابۂ کرام، ازواجِ مطہرات، اہلِ بیتِ اطہار، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سلف صالحین، اغواث، اقطاب، ابدال، اولیا، صوفیہ، علما اور بلا تفریق مذہب وملّت شعرا وادبا کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جنہوں نے اس پاکیزہ صنف کا استعمال کرتے ہوئے بارگاہِ محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عقیدت ومحبت کے گل ولالہ بکھیرے ہیں۔

ہندوستان میں نعتیہ شاعری کے باضابطہ طور پر آغاز کے آثار سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں ملتے ہیں۔طوطیِ ہند حضرت امیر خسروؔ کو ہندوستان میں نعتیہ شاعری کے میدان کا مستند شاعر کہا جاتا ہے۔امیر خسروؔ فارسی زبان وادب کے ماہر تھے۔آپ کا کلامِ بلاغت نظام بھی فارسی ہی میں موجود ہے۔بعد ازاں جب اردو زبان کا وجود ہوا تب ہی سے اردو میں نعتیہ شاعری کا بھی آغاز ہوا۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، فخرِ دین نظامی، غلام امامؔ شہید، لطف علی لطفؔ بدایونی، کفایت علی کافیؔ، کرامت علی شہیدیؔ، احمد نوریؔ مارہروی، امیر مینائی، بیدمؔ شاہ وارثی، نیازؔ بریلوی، آسیؔ غازی پوری، محسن کاکوروی اور امام احمد رضا بریلوی سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی تک پہنچا اور اردو نعت گوئی کا یہ نا ختم ہونے والا مقدس سفر ہنوز جاری وساری ہے۔

امام احمد رضا بریلوی بلاشبہ بیسویں صدی کے سب سے عظیم نعت گو شاعر گزرے ہیں آپ حسّان الہند ہیں۔نعتیہ شاعری کے سرتاج اور اس فن کی عزت وآبرو کے ساتھ ساتھ سخنورانِ عجم کے امام بھی......اسی طرح آپ کے برادرِ اصغر علامہ حسن رضا بریلوی کے دیوان کے مطالعہ کے بعد انھیں بھی بلا

تر دار اردو کا ممتاز نعت گو شاعر قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ کے نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت'' میں جہاں کلاسیکیت کے عناصر اور تغزّل کے رنگ کی بھر پور آمیزش ہے وہیں پیکر تراشی، استعاری سازی، تشبیہات، اقتباسات، فصاحت و بلاغت، حُسنِ تعلیل و حُسنِ تشبیب، حُسنِ طلب و حُسنِ تضاد، لف و نشر مرتب و لف ونشر غیر مرتب، تجانیس، تلمیحات، تلمیعات، اشتقاق، مراعاۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کی جلوہ گری بھی......اس دیوان میں نعت کے ضروری لوازم کے استعمال سے مدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی کامیاب ترین کوششیں ہیں۔ علامہ حسن رضا بریلوی کی بعض نعتوں کو اردو ادب کا اعلیٰ شاہ کار قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ کا پورا کلام خود آگہی، کائنات آگہی اور خدا آگہی کے آفاقی تصور سے ہم کنار ہے۔ مگر کیا کہا جائے اردو ادب کے اُن مؤرخین و ناقدین اور شعرا کے تذکرہ نگاروں کو جنھوں نے گروہی عصبیت اور جانبداریت کے تنگ حصار میں مقید و محبوس ہو کر اردو کے اس عظیم شاعر کے ذکرِ خیر سے اپنی کتابوں کو یکسر خالی رکھا نیز یہ شاعر جس قادر الکلام شاعر کی بارگاہ میں اپنے نعتیہ کلام کو زیورِ اصلاح سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لیے پیش کرتا تھا اُس (یعنی امام احمد رضا بریلوی) کا بھی ذکرِ خیر اپنی کتابوں میں نہ کر کے اردو ادب کے ساتھ بڑی بد دیانتی اور سنگین ادبی جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ تو بھلا ہو لالہ سری رام کا جنھوں نے ''خمخانۂ جاوید'' جلد دوم کے صفحہ ۴۵۰ پر علامہ حسن رضا بریلوی کا تذکرہ کر کے اپنے آپ کو متعصب مؤرخینِ اردو ادب سے جدا کر لیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

''سخنورِ خوش بیاں، ناظمِ شیریں زباں مولانا حاجی محمد حسن رضا خاں صاحب حسؔن بریلوی خلف مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب مرحوم و برادر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب عالمِ اہلِ سنت و شاگردِ رشید حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغؔ دہلوی..........نعت گوئی میں اپنے برادرِ بزرگ مولوی احمد رضا خاں سے مستفیض ہیں اور عاشقانہ رنگ میں بلبلِ ہندوستان داغؔ سے تلمذ تھا''۔

یہاں یہ امر باعثِ حیرت و استعجاب ہے کہ ''خمخانۂ جاوید'' جیسے ضخیم تذکرے میں امام احمد رضا بریلوی کا ذکر محض اس مقام کے علاوہ کہیں اور نہیں ہے جبکہ آپ کا ذکر بحیثیتِ شاعر الگ سے ہونا چاہیے تھا، یہاں پر آپ کا تذکرہ صرف علامہ حسن رضا بریلوی کے بڑے بھائی کی حیثیت سے ہے اس موقع پر ماہرِ غالبیات کالیداس گپتا رضؔا کی اس تحریر کو نقل کرنا غیر مناسب نہ ہوگا، گپتا صاحب رقم طراز ہیں۔

''تاہم حیرت ہے کہ اس ضخیم تذکرے میں ان (حسؔن رضا بریلوی) کے بڑے بھائی ''عالمِ اہلِ



سنت اور نعت گوئی میں اُن کے استاذ جناب احمد رضا خاں کے ذکر نے جگہ نہ پائی۔'' (ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر، اپریل ۱۹۸۹ء، مضمون: امام احمد رضا بحیثیتِ شاعر، از: کالیداس گپتا رضا، ص ۴۵۶)۔

استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کا کلام بلاغت نظام معنی آفرینی کے لحاظ سے جس قدر بلند و بالا ہے اس پر اس قدر کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا ہے۔ غالباً آپ کی شاعری پر پہلا مقالہ رئیس المتغزلین سید فضل الحسن قادری رضوی رزّاقی مولانا حسرؔت موہانی علیہ الرحمۃ (م) کا تحریر کردہ ہے جو کہ ''اردوئے معلیٰ''، علی گڑھ کے شمارہ جون ۱۹۱۲ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت، از: فرزندِ استاذِ زمن علامہ حسنین رضا خاں بریلوی، مطبوعہ، مکتبۂ مشرق، بریلی، ص ۱۳ سے ۱۷ تک مولانا حسرؔت موہانی کا یہ مضمون درج ہے)۔

اس مسلمہ حقیقت سے قطعاً انکار ممکن نہیں کہ محبت و اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خانوادۂ رضا کا طرۂ امتیاز ہے۔ حدائقِ بخشش (از: امام احمد رضا بریلوی) اور ''ذوقِ نعت'' کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دونوں بھائیوں کو محبت و اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھٹی میں گھول کر پلائی گئی ہے۔ ''حدائقِ بخشش'' محبت و اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا میخانہ ہے جہاں کی پاکیزہ شراب سے آج ساری دنیا کے خوش عقیدہ مسلمان سیراب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ''ذوقِ نعت'' بھی محبت و اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حسین مجموعہ ہے جس کا ورق ورق محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تابندہ و فروزاں اور سطر سطر میں تعظیم و ادبِ رسالت کی جلوہ گری ہے۔

نام تیرا، ذکر تیرا تو ترا پیارا خیال — ناتوانوں بے سہاروں کا سہارا ہوگیا
یہ پیاری ادائیں، یہ نیچی نگاہیں — فدا جانِ عالم ہے اے جانِ عالم
یہ کس کے روئے نکو کے جلوے زمانے کو کر رہے ہیں روشن
یہ کس کے گیسوے مشک بو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے
رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم — رہے دل میں ہر دم محبت کسی کی
تیری عظمت وہ ہے کہ تیرا — اللہ کرے وقار آقا

علامہ حسن رضا بریلوی کا روئے سخن نعت گوئی سے قبل غزل گوئی کی طرف تھا۔ مگر جب آپ نے اپنے برادرِ اکبر امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کیا تو طبیعت میں انقلاب برپا ہوگیا، دل

میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دبی ہوئی چنگاری شعلۂ جوالہ بن کر اُبھر گئی اور آپ نعتیہ شاعری کے میدان کے ایک ایسے عظیم ترین شہسوار بن گئے کہ جلد ہی ''اُستاذِ زمن'' کے لقب سے دنیائے شعروادب میں پہچانے جانے لگے۔امام احمد رضا بریلوی کی اس نظرِ عنایت کا انھیں بھی اعتراف ہے۔''ذوقِ نعت'' میں ایک مقام پر اپنے برادرِ معظّم کے حق میں یوں دعا کی ہے ۔

بھلا ہے حسؔن کا جنابِ رضؔا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضؔا کا

میرے خیال میں ''حدائقِ بخشش'' کے اشعارِ آبدار کے معنی و مفہوم کے فہم میں ''ذوقِ نعت'' کا مطالعہ ناگزیر ہے۔حدائقِ بخشش جہاں فکر و تخیل کا ایک بحرِ بیکراں اور معنی آفرینی میں اپنی مثال آپ ہے وہیں ذوقِ نعت اس بحرِ بیکراں کی غواصی کے ذریعہ حاصل کردہ صدف سے نکالے گئے قیمتی موتیوں سے پرویا ہوا خوشنما ہار ہے اوراس کے اشعار فکرِ رضا کے سہل انداز میں شارح و ترجمان ہیں ۔

قرآن کھارہا ہے اسی خاک کی قسم
ہم کون ہیں خدا کو ہے تیری گلی عزیز

کس کے دامن میں چھپے کس کے قدم پر لوٹے
تیرا سگ جائے کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا

ذات بھی تیری انتخاب ہوئی
نام بھی مصطفیٰ ہوا تیرا

قمر اک اشارے میں دو ٹکڑے دیکھا
زمانہ پہ روشن ہیں طاقت کسی کی

وہی سب کے مالک انھیں کا ہے سب کچھ
نہ عاصی کسی کے نہ جنت کسی کی

علامہ حسن رضا بریلوی کا نعتیہ کلام شاعری کی بہت ساری خوبیوں اور خصوصیات سے سجا سنورا اور تمام ترفنی محاسن سے مزین اور آراستہ ہے موضوعات کا تنوع،فکر کی ہمہ گیری،محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ جذبات کی فراوانی کے اثرات جابجا ملتے ہیں۔آپ کے کلام میں اندازِ بیان کی ندرت بھی ہے اور فکر و تخیل کی بلندی بھی،معنی آفرینی بھی ہے،تصوّفانہ آہنگ بھی،استعارہ سازی بھی ہے،پیکر تراشی بھی،طرزِ ادا کا بانکپن بھی ہے،جدت طرازی بھی،کلاسکیت کا عنصر بھی ہے،رنگِ تغزل کی آمیزش بھی،ایجاز و اختصار اور ترکیب سازی بھی ہے،عربی اور فارسی کا گہرا رچاؤ بھی ۔

لبِ جاں بخش کی تعریف اگر ہو تجھ میں
ہو مجھے تارِ نفس ہر خطِ مسطر کاغذ

کریں تعظیم میری سنگِ اسود کی طرح مومن
تمہارے در پہ رہ جاوں جو سنگِ آستاں ہو کر

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو



اونچی ہو کر نظر آتی ہے ہر اک شَے چھوٹی
جاکے خورشید بنا چرخ پہ ذرّہ تیرا

شاعری میں ایجاز واختصارِ کلام کی ایک بڑی اور اہم خوبی ہے۔اس میں علامہ حسن رضا بریلوی کو کافی ملکہ حاصل تھا۔مشکل اور طویل مضامین کو سہل انداز میں ایک ہی شعر میں کہہ کر گزر جانا آپ کے مسلم الثبوت شاعر ہونے کی واضح اور روشن دلیل ہے؛ مثالیں خاطر نشین ہوں ۔

گناہ گار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کِیا بغیر کِیا بے کِیا ہوگا

کیا بات تمہارے نقشِ پا کی
ہے تاج سرِ وقارِ آقا

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے
مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

گر وقتِ اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

اسی طرح کم سے کم لفظوں میں مفہوم کی ادائیگی اور شعر میں بلاغت بھرنے کے لیے ترکیب سازی کی بڑی اہمیت ہے۔شاعری میں محبوب یا ممدوح کے اوصافِ بلیغ کے اظہار میں تراکیب اہم رول ادا کرتی ہیں۔علامہ حسن رضا بریلوی کے نعتیہ کلام میں جہاں تمام ادبی وفنّی محاسن موجود ہیں وہیں ترکیب سازی کے بہت ہی دل کش اور نادر نمونے ملتے ہیں ۔

اس مہک پر شمیم بیز سلام
اس چمک پر فروغ بار دُرود

زخمِ دل پھول بنے آہ کی چلتی ہے نسیم
روز افزوں ہے بہارِ چمنستانِ قفس

اے نظمِ رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تو نے ہی اسے مطلعِ انوار بنایا

زمیں کے پھول گریباں دریدہ غمِ عشق
فلک پہ بدر ، دل افگار تابِ حسنِ ملیح

صبیح ہوں کہ صباحتِ جمیل ہوں کہ جمال
غرض سبھی ہیں نمک خوارِ بابِ حسنِ ملیح

اگر دودِ چراغِ بزمِ شہ چھو جائے کاجل کو
شبِ قدرِ تجلّی کا ہو سرمہ چشمِ خوباں میں

علامہ حسؔن رضا بریلوی کے کلام کی خصوصیات پر اگر قلم کو جنبش دی جائے تو اس متنوع خوبیوں اور محاسن سے لبریز کلام کا احاطہ اس مختصر سے مقالے میں ناممکن ہے۔کیوں کی آپ کی شعری کائنات کے کماحقہٗ تعارف کے لیے ایک عظیم دفتر درکار ہے۔اسی لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

مالکِ کون ومکاں باعثِ کن فکاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خالقِ مطلق جل شانہٗ نے مجبور و بے کس نہیں بل کہ مالک و مختار بنا کر اس خاک دانِ گیتی پر مبعوث فرمایا ہے۔آقا و مولا صاحبِ اختیار ہیں اور

آپ کے کمالات ارفع واعلا ہیں،اس طرح کے اظہار سے ''ذوقِ نعت'' کے اوراق مزین وآراستہ ہیں ۔

ملا جو کچھ جسے وہ تم سے پایا　　　تمھیں ہو مالکِ مِلکِ خدا خاص
وہی سب کے مالک انھیں کا ہے سب کچھ　　　نہ عاصی کسی کے نہ جنت کسی کی
کنجی تمھیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے　　　محبوب کیا مالک و مختار بنایا
کیوں نہ ہو تم مالکِ مِلکِ خدا مُلکِ خدا　　　سب تمہارا ہے ، خدا ہی جب تمہارا ہوگیا

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاوالمرسلین ہیں۔آپ کے اوصاف وکمالات،شمائل وفضائل اس قدر ارفع واعلا،افضل و بالا ہیں کہ اس میں دوسرے انبیا آپ کے شریک نہیں اور خداوندِ قدوس سے آپ کو سب سے زیادہ قربت حاصل ہے ۔

شریک اس میں نہیں کوئی پیمبر　　　خدا سے ہے جو تجھ کو واسطہ خاص

تمام بندگانِ خدا ہر ہر کام میں اپنے خالق و مالک جل شانہٗ کی مرضی ومشیت کے طلب گار ہیں۔مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مرضی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بھی خوش نودی ورضا ہے۔نقاشِ ازل جل شانہٗ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تابندہ پیشانی پر یہ بات بہ خطِ قدرت ازل ہی میں تحریر فرمادی تھی۔

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبیں پر　　　جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو

ایک عاشق کی یہ سب سے بڑی آرزو اور خواہش ہوتی ہے کہ اسے محبوبِ رعنا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روئے منور کی زیارت نصیب ہوجائے۔علامہ حسنؔ رضا بریلوی جامِ روے جاناں کی تشنگی رکھتے ہیں اور آپ کی یہ تشنگی اتنی فزوں تر ہے کہ اگر نزع کے وقت حورانِ خلد آکر آپ کے آگے جام پر جام لنڈھائیں بھی تو آپ ان کی طرف نگہِ التفات کرنے کی بجاے اپنا رُخ دوسری جانب پھیر لیں گے ۔

دے اس کو دمِ نزع اگر حور بھی ساغر　　　منھ پھیر لے جو تشنۂ دیدار ترا ہو

عاشق چاہتا ہے کہ سرورِ انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں سے دل منور ومجلّا ہوجائے اور ہمہ وقت اس میں مدینے کی یاد رچی بسی رہے۔

رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے　　　مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

لالہ وگل کی نکہتوں اور گلستانوں کے رنگ و بہار پر صحرائے مدینہ کو اس طرح فوقیت دی جارہی ہے۔



رنگِ چمن پسند نہ پھولوں کی بُو پسند　　　صحرائے طیبہ ہے دلِ بلبل کو تُو پسند

علامہ حسنؔ رضا بریلوی آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کے شہرِ پاک کی خواہش وتمنا کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں یوں دعا گو ہیں ۔

مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے　　　خدایا دکھادے بہارِ مدینہ

صحرائے مدینہ کے حصول کے بعد جنت اور بہارِ گلشن کی حیثیت پر سوالیہ نشان لگاتے ہوئے ان کو صحرائے مدینہ کے آگے یوں ہیچ بتایا ہے ۔

خلد کیسا کیا چمن کس کا وطن　　　ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

جب زاہد عاشق کو جنت کے باغوں کا پھول دے کر اسے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ جنت کے لالہ وگل کو محبوبِ دل نواز (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہرِ رعنا کے خوش نما کانٹوں کے آگے بے وقعت سمجھتے ہوئے زاہد کو اس طرح خطاب کرتا ہے کہ ۔

گلِ خلد لے کے زاہد تمھیں خارِ طیبہ دے دوں　　　مرے پھول مجھ کو دیجے بڑے ہوشیار آئے

علامہ حسنؔ رضا بریلوی کو مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی تڑپ اور لگن ہے کہ اس دنیا سے جاتے وقت بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی زبان پر ترانۂ نعت جاری رہے ۔

خدا سے دعا ہے کہ ہنگامِ رخصت　　　زبانِ حسنؔ پر ہو مدحت کسی کی

موت کے بعد مدینۂ طیبہ کا غبار بننے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کوچہ میں دفن ہونے کی ایمانی خواہش کا یوں اظہار کرتے ہیں ۔

مری خاک یارب نہ برباد جائے　　　پسِ مرگ کردے غبارِ مدینہ
مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی　　　جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

زمیں تھوڑی سی دیدے بہرِ مدفن اپنے کوچے میں
لگادے میرے پیارے میری مٹی بھی ٹھکانے سے

عاشق کی نظر میں روزِ محشر کا انعقاد صرف اسی لیے ہوگا کہ اس دن محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شانِ محبوبی دکھائی جائے گی کیوں کہ آپ اس روز عصیاں شعاروں اور گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا　　　کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی

عاشق کہتا ہے کہ مجھے میدانِ محشر میں کوئی خوف نہیں ہوگا کیوں کہ یہ آقا و مولا میرا شفیع ہے ۔

خدا شاہد کہ روزِ حشر کا کھٹکا نہیں رہتا
مجھے جب یاد آتا ہے کہ میرا کون والی ہے

جب کہ اس کے برعکس منکرینِ شفاعت اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ایک ایک کا منھ تکتے اِدھر اُدھر بھٹکتے رہیں گے ۔

حشر میں اک ایک کا منھ تکتے پھرتے ہیں عدوٗ
آفتوں میں پھنس گئے تیرا سہارا چھوڑ کر

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی محافل میں پڑھے جانے والے بہت سارے میلاد نامے ''ذوقِ نعت'' ہی کے ہیں وہ تمام کے تمام شعری کمال کے اعلانمونے ہیں۔ چند اشعار خاطر نشین ہوں ۔

فلک پہ عرش بریں کا گمان ہوتا ہے
زمینِ خلد کی کیاری ہے بارھویں تاریخ

جھکالائے نہ کیوں تاروں کو شوقِ جلوۂ عارض
کہ وہ ماہِ دل آرا اَب زمیں پر آنیوالا ہے

وہ مہر مہر فرما وہ ماہِ عالم آرا
تاروں کی چھاؤں آیا صبحِ شبِ ولادت

خوشبو نے عنادل سے چھڑائے چمن وگل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

علامہ حسنؔ رضا بریلوی کا یہ کمالِ شاعری ہے کہ آپ ایک لفظ کو ایک معنی پر ایک شعر میں اس پُرکاری اور ہنرمندی سے استعمال کرتے ہیں کہ تکرار کا نقص نہیں بل کہ تخیل کا حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً ۔

ہمیں ہیں کسی کی شفاعت کی خاطر
ہماری ہی خاطر شفاعت کسی کی

رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم
رہے دل میں ہر دم محبت کسی کی

نکالا کب کسی کو بزم فیضِ عام سے تم نے
نکالی ہے تو آنیوالوں کی حسرت نکالی ہے

علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں کلاسیکیت اور تغزل کا رنگ حد درجہ غالب ہے۔ نعت کے اعلاترین تقدس اور غزل کی رنگینیِ بیان دونوں کو یک جا کر کے سلامت روی کے ساتھ گذر جانا علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی قادرالکلامی کی بیّن دلیل ہے۔ ذیل میں برنگِ تغزل آپ کے چیدہ چیدہ اشعار خاطر نشین فرمائیں ۔

مرے دل کو دردِ الفت، وہ سکون دے الٰہی
مری بے قراریوں کو نہ کبھی قرار آئے

کرے چارہ سازی زیارت کسی کی
بھرے زخم دل کے ملاحت کسی کی



روشن ہے ان کے جلوۂ رنگیں کی تابشیں
بلبل ہیں جمع ایک چمن میں ہزار صبح

ہوا بدلی گھرے بادل کھلیں گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ بے خزاں آئی گلستاں میں

کیا مزے کی زندگی ہے زندگی عشاق کی
آنکھیں ان کی جستجو میں دل میں ارمانِ جمال

زینتوں سے ہے حسینانِ جہاں کی زینت
زینتیں پاتی ہیں جلوے تری زیبائی کے

جمال والوں میں ہے شورِ عشق اور ابھی
ہزار پردوں میں ہے آب و تابِ حسنِ ملیح

اپنا ہے وہ عزیز جسے تو عزیز ہے
ہم کو تو وہ پسند جسے آئے تو پسند

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

بے چین رکھے مجھ کو ترا دردِ محبت
مٹ جائے وہ دل پھر جسے ارمانِ دوا ہو

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو زیرِ رہ گذار ہم بھی ہیں

''ذوقِ نعت'' میں نعتیہ کلام کے علاوہ قابلِ لحاظ حصہ مناقب پر بھی مشتمل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین وشہدائے کربلا رضی اللہ عنہم حضرت غوثِ اعظم، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت شاہ اچھے میاں و شاہ بدیع الدین مدار قدست اسرارہم کی شانِ اقدس میں منقبتیں جہاں ایک طرف شعری وفنی کمال کا نمونہ ہیں وہیں علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی اپنے ممدوحین سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا مظہرِ جمیل بھی۔

علاوہ ازیں ''ذوقِ نعت'' میں شامل ایک نظم بہ عنوان ''کشفِ رازِ نجدیت'' لطیف طنز و ظرافت کا بے مثال فنی نمونہ ہے، اسی طرح اس دیوان میں مسدّس منظومات، نعتیہ رباعیات اور سلامیہ قصائد بھی موجود ہیں۔ جہانِ لوح وقلم اور دنیاے سنیت میں استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کے نام چند صفحات تحریر کر کے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کی وسیع تر شعری کائنات کے تعارف کا حق ادا کر رہا ہوں، بل کہ خدائے لم یزل کی طرف سے ملنے والی اس رحمتِ بے پایاں اور ثوابِ عظیم میں خود کو شریک کر رہا ہوں جو الفتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں ڈوبے ہوئے ''ذوقِ نعت'' کے اشعارِ آب دار کو پڑھ کر گناہ گاروں کی قسمت میں ارزاں کر دیا جاتا ہے۔

(ماہ نامہ کنزالایمان، دہلی جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۱۱، ستمبر ۲۰۰۱ء/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ، صفحہ ۳۸/۴۲)

# کلامِ رضا بریلوی میں علمی مصطلحات کی ضیا باریاں

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی شخصیت اوران کے فکروفن پر کچھ خامہ فرسائی کرنا مجھ جیسے کم علم اور بے بضاعت کا کام ہرگز نہیں، ہاں! آپ کے عقیدت مندوں کی صف میں شامل ہونا باعثِ صد افتخار سمجھتے ہوئے یہ چند سطریں سپردِ قرطاس کرنے کی طالب علمانہ کوشش کر رہا ہوں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی نعت گوئی کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرتے ہوئے کئی محققین نے پی. ایچ. ڈی. اور ایم. فل. جیسی باوقار ڈگریاں بھی حاصل کی ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اعلاحضرت نے نعت گوئی کے میدان میں جو اجلے اور روشن نقوش ثبت فرمائے ہیں آج فضاے نعت میں اپنے شہبازِ فکرونظر کو پرواز کرانے والے بیش تر شعراے کرام محسوس یا غیر محسوس طور پر آپ کی کہیں نہ کہیں تقلید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ امام احمد رضا کی فکر رسا نے نعت گوئی میں ایسے خوب صورت اور دل کش گل بوٹے کھلائے ہیں کہ جس کی مثیل ونظیر کسی دوسرے نعت گو کے یہاں نہیں ملتی۔ مفخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت اور تعظیم وتوقیر کے اعتبار سے تو آپ کے کلام کو جوشہرت ومقبولیت حاصل ہے اس کا کوئی جواب نہیں پیش کیا جاسکتا بل کہ اگر میں یہ کہوں کہ عشقِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا اسمِ شریف اب ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے تو یہ مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔ نعت گوئی میں عقیدے وعقیدت کی نورافزا پرچھائیوں کے ساتھ آپ کے کلام میں جہاں فکروفن، جذبہ وتخیل اور متنوع شعری وفنی رچاو کے دل نشین تصورات ابھرتے ہیں۔ وہیں آپ کے نعتیہ نغمات میں اکثر اشعار مصطلحاتِ علمیہ اور تلمیحاتِ دینیہ سے ایسے مالا مال ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے عالمانہ فہم وفراست کی ضرورت ہے۔ آج جب کہ تعلیمی معیار بالکل گراوٹ کا شکار ہو چکا ہے اور ہمارے تعلیمی اداروں میں سطحی تعلیم دی جا رہی ہے ایسے عالم میں امام احمد رضا بریلوی کے علمی وفنی خوبیوں سے آراستہ ومزین اشعار ہم جیسے کم علموں کی سمجھ سے ورا ہوتے جا رہے ہیں، مثلاً یہ شعر دیکھیں ؎

مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے اک بوند شبِ دے میں جو بارانِ عرب



اس کی ممکنہ تشریح وتوضیح کے لیے ضروری ہے کہ ہم علم ہیئت سے واقف ہوں اور علم نجوم پر بھی گہری نظر ہو اور بروج ومیزان اور حمل وغیرہ کے خواص سے آگاہی اور علمِ موسمیات کا بھی درک ہو تب ہی ہم اس شعر سے مکمل طور پر لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ اس شعر میں مہر-سورج، میزان- آسمان کے بارہ برجوں میں سے ساتواں برج، حمل- دنبے کی شکل کا ایک آسمانی برج، شبِ دے- اکتوبر کے مہینے کی رات...... جیسی اصطلاحات کا استعمال کر کے امام احمد رضا کہتے ہیں کہ عربِ مقدس کی بارش اکتوبر کے مہینے کی رات میں اگر ایک قطرہ ہی گرا دے تو سورج اگر برجِ میزان میں چھپا ہو تو وہ وہاں سے نکل کر برجِ حمل میں آکر چمکنا شروع ہوجائے گا اور خشک سالی کا نام ونشان مٹ جائے گا جو کہ عرب کے چاند سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ پاک کی برکت کا ظہور ہی ہے، علاوہ ازیں یہ شعر خاطر نشین کریں ؎

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

اس شعر کو بھی سمجھنے کے لیے علمِ نجوم کی اصطلاحات سے واقفیت حددرجہ ضروری ہے، اس شعر میں امام احمد رضا کے خامۂ گل رنگ نے رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے لیے علمِ نجوم کا استعمال کرتے ہوئے بارہ برجوں کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ جب بھی چاند کی بارہ تاریخ آتی ہے تو آسمان کا چاند بارھویں کے چاند یعنی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت (۱۲؍ربیع الاول) کی خوشی اور نسبت سے جھک جھک کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب وسلامی بجا لاتا ہے اور نہ صرف چاند بل کہ دائرۂ فلک کے بارہ برجوں اسد، ثور، جدی، جوزہ، حمل، حوت، دلو، سرطان، سنبلہ، شرف، عقرب، میزان کا ہر ہر ستارا بھی جھک جھک کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے اور بہ زبانِ حفیظ جالندھری یوں کہتا ہے کہ ؎

ترے آنے سے رونق آگئی گل زارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربانی
ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہیدِ طولانی

ہوسکتا ہے بعض حضرات یہاں معترض ہوا ٹھیں کہ نعت جیسی صنف میں ان علمی اصطلاحات کا

لانا کیا معنی؟ تو اس ضمن میں عرض ہے کہ امام احمد رضا کے دور کا یہ مزاج تھا کہ شعرا اپنے اشعار میں جذبات وخیالات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کے تجربے اور علمی اصطلاحات کو جگہ دیتے تھے اور اس عہد میں ایسے اشعار کو بہ آسانی سمجھنے والے لوگ بھی تھے جو کہ فی زمانہ مفقود ہیں۔ آج سوداؔ، ذوقؔ اور مومنؔ کے قصائد، عزیزؔ لکھنوی کے مناقب، حضرت محسنؔ کاکوروی کے نعتیہ قصیدے اور ان کی تشابیب، اور دبیرؔ کے مراثی اور ان میں پائی جانے والی تلمیحات اور مذہبی روایات آج ہمارے لیے معمہ اور چیستاں بن کر رہ گئی ہیں، جاننا چاہیے کہ اس کا سبب محض ہمارا سطحی نظامِ تعلیم ہے۔ اس لیے ایسے افکارِ عالیہ اور اصطلاحاتِ علمیہ سے سجے سنورے اشعار کو فہم نہ کر پانے کی بنیاد پر ایسا اعتراض کرنا کہ ان کو اشعار میں نظم کرنے کی کیا ضرورت تھی ادبِ عالیہ کے گراں قدر جوہر پاروں سے صرفِ نظر اور اپنی علمی بے مائیگی پر پردہ ڈالنے کی سعیِ نامشکور ہے۔

دراصل امام احمد رضا بریلوی نے اپنے کلام کے حوالے سے دنیا بھر کے علوم وفنون کا فن کارانہ اور عالمانہ استعمال کرتے ہوئے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے قلم بند فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی نعت گوئی سے علوم وفنون کو بھی نعتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف کر دیا ہے۔ مضمون آفرینی اور خیال آفرینی کا جو نت نئے اور جدت وندرت سے مملو اظہار یہ آپ کے کلام میں ملتا ہے وہ باوجود تلاش و تفحص دیگر شعرا کے یہاں کم نظر آتا ہے یہ امر امام احمد رضا جیسے عاشقِ صادق کا امتیازی وصفِ خاص ہے۔ امام احمد رضا کی شاعری کا مقصد محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمات ادا کرنے والوں کی مذمت اور تردید کرنا ہے، چناں چہ ارشادِ عالی ہے کہ ؎

زمین وزماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنیں و چناں تمہارے لیے بنے دوجہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے



اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں کائنات کا ہر ذرّہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں جہاں ذکرِ خدا جاری ہے وہاں وہاں ذکرِ مصطفیٰ بھی ہوتا ہے حضرتِ رضا بریلوی کا خامۂ گل ریز اور فکرِ عشق آمیز جب نعت نگاری کی طرف مائل ہوتی ہے تو آپ کا کمالِ علمی گہرافشانی کرتے ہوئے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نت نئے گل بوٹے اس شان سے کھلاتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، میدانِ نعت میں آپ کے علمی اصطلاحات سے آراستہ ومزین اشعار صفحۂ قرطاس پر ہماری مشامِ جان وایمان کو معطر ومعنبر کرنے لگتے ہیں۔ امام احمد رضا کی فکرِ رسا نے فضائے نعت میں پرواز کرتے ہوئے انوکھی معنی آفرینی اور جدت وندرت کی لہلہاتی فصل اگائی ہے اس پر شرح ونقد کرنا مجھ جیسے کم علم کے بس کی بات نہیں ذیل میں کلامِ رضا سے علمی اصطلاحات پر مشتمل اشعار اور ان کے نیچے اس علم کا عنوان بلاتبصرہ درج کیا جارہا ہے اہلِ علم ان اشعار سے لطف لے سکتے ہیں ؎

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں     کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتا کیا کہ یوں
بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل     جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام
غایت وعلت سبب بہر جہاں تم ہو سب     تم سے بَنا تم بِنا تم پہ کروروں درود
(علمِ فلسفہ)

وہ گراں سنگیِ قدرِ مِس وہ ارزانیِ جود     نوعیہ بدلا کیے سنگ و لآلی ہاتھ میں
(علمِ فلسفۂ نظری)

بارھوں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا     بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستار نور کا
سعدین کا قِران ہے پہلوے ماہ میں     جھرمٹ کیے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے
دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں     ہر منزل اپنے چاند کی منزل غُفر کی ہے
نبوی ظِل علوی برج بتولی منزل     حسنی چاند حسینی ہے چمکنا تیرا
(علمِ نجوم)

مہرِ میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے     ڈالے اک بوند شبِ دے میں جو بارانِ عرب
ہیں عکسِ چہرہ سے لبِ گلگوں میں سرخیاں     ڈوبا ہے بدرِ گل سے شفق میں ہلالِ گل
سیاہی مائل اس کی چاندنی ہے     قمر کا یوں فلک مائل ہے یا غوث

طلاے مہر ہے ٹکسال باہر ‏ ‏ کہ خارج مرکزِ حامل ہے یا غوث

(علمِ ہیئت)

زبانِ فلسفی سے خَرق و اِلتِیام اسرا ‏ ‏ بنایا دورِ رحمت ہاے یک ساعت تسلسل کو

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ قدرت کا ‏ ‏ نظر آتا ہے اس وحدت میں کچھ انداز کثرت کا

ممکن میں یہ قدرت کہاں ، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا ، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

سراغِ اَین و متیٰ کہاں تھا ، نشانِ کیف و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

فرشتے خدم رسولِ حشم تمام امم غلام کرم
وجود وعدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے

(فلسفۂ مابعدالطبعیات)

محیط و مرکز میں فرق مشکل ، رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(فلسفۂ مابعدالطبعیات وعلمِ ہندسہ)

کیا لکیروں میں ید اللہ خط سرو آسا لکھا ‏ ‏ راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

(علمِ ہندسہ)

ذرے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے ‏ ‏ حدِّ اوسط نے کیا صغرا کو کبرا نور کا

تم سے خدا کا ظہور ، اُس سے تمہار اظہور ‏ ‏ لِم ہے یہ وہ اِن ہوا تم پہ کروروں دُرود

سببِ ہر سبب ، منتہاے طلب ‏ ‏ علّتِ جملہ علّت پہ لاکھوں سلام

(علمِ منطق)

ترا منسوب ہے مرفوع اس جا ‏ ‏ اضافت رفع کی حامل ہے یاغوث

(علمِ معانی ونحو)



درودیں صورتِ ہالہ محیطِ ماہِ طیبہ ہیں ‏ ‏ برستا امتِ عاصی پہ اب رحمت کا پانی ہے

اشک برساؤں چلے کوچۂ جاناں سے نسیم ‏ ‏ یاخدا! جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن ‏ ‏ حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

(علمِ موسمیات)

نبوی خور علوی کوہ بتولی معدن ‏ ‏ حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا

کوہ سرکھ ہو تو اک وار میں دو پر کالے ‏ ‏ ہاتھ پڑتا ہی نہیں بھول کے اوچھا تیرا

(علمِ ارضیات ومعدنیات)

رشحاتِ رضا بریلوی سے اس قبیل کے اور بھی درجنوں اشعار اخذ کر کے سجائے جا سکتے ہیں، اس مختصر سے مضمون میں اتنی ہی مثالوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ وگرنہ علم وفضل کے اس بحرِ ناپیدا کنار کی کماحقہ شناوری کا حق ادا کرنا مجھ جیسے مبتدی کے لیے ہرگز ممکن نہیں۔ یہاں اشعار اور ان کے نیچے علوم و فنون کے نام درج کر دیے گئے ہیں تاکہ اہلِ علم وفہم اس کی گہرائی و گیرائی تک رسائی حاصل کر کے کلامِ رضا بریلوی میں علمی مصطلحات کی جو ضیاباریاں ہیں ان سے کیف وسرور حاصل کریں۔ حضرت امام ہی کے ایک شعر پر تشطیر کرتے ہوئے اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں ؂

"ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم" ‏ ‏ دنیاے علم وفن میں ہے شان تیری محکم

عشقِ شہِ دنا کے دریا بہادیے ہیں ‏ ‏ "جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں"

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/۱۲؍اگست ۲۰۱۱ء بروز جمعہ

"صاحبِ تصنیفِ ہٰذا ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی کو شعر وادب میں اردو ادب سے عموماً اور مذہبی ادب سے خصوصاً دل چسپی اور شغف ہے۔ نثر ونظم دونوں اصنافِ ادب میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ اردو کے اُبھرتے ہوئے عمدہ نعت گو شاعر، قلم کار اور نعتیہ ادب کے جواں سال محقق وناقد میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کا طرزِ تحریر انتہائی دل نشین، شگفتہ اور سلیس ہے، مذہبی، اصلاحی، سماجی، تعلیمی اور ادبی موضوعات پر اب تک درجنوں تحقیقی وتنقیدی اور تجزیاتی مضامین ومقالات نہ صرف مقامی اخبارات بل کہ ملکی و بین الاقوامی اخبارات و رسائل اور جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہی نہیں بل کہ موصوف کے کئی اہم مضامین کے دوسری زبانوں میں تراجم بھی ہوئے ہیں۔ شاعری میں موصوف نے حمد ومناجات ودعا، نعت گوئی، سلام، اولیاے کرام کی شان میں مناقب نگاری اور مقتدر علماے کرام کے لیے نذرانۂ عقیدت کو اپنا مطمحِ نظر بنایا۔

**مرتّب**

# قبالۂ بخشش

# مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی کا نعتیہ دیوان

نعت وہ مقدس و محترم، مکرم و محتشم اور پاکیزہ لفظ ہے جو اپنی شاعتِ آفرینش سے ہی رسولِ رحمت ﷺ کی توصیف وثنا اور شمائل وخصائل کے اظہار واشتہار کے لیے مختص و مستعمل ہے۔ نعت منشائے قرآن ہے۔ نعت تقاضائے ایمان ہے۔ نعت قلب ونظر کے لیے نور ہے۔ نعت روح وجگر کے لیے سرور ہے۔ نعت حریمِ جاناں میں اذانِ شوق ہے۔ نعت آبروئے فن اور معراجِ ذوق ہے۔ نعت ہر زبان کے شعروادب کی بلاشبہ عزت وآبرو اور عصمت وعفت ہے۔

برِ صغیر ہند و پاک میں فروغِ نعت کے تعلق سے اعلاحضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدثِ بریلوی اور ان کے تلامذہ، خلفا، مریدین، متوسلین اور معتقدین کا بہت بڑا حصہ ہے، امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے دربارِ فیض بار کے صحبت یافتگان اور خوشہ چینوں میں ہر کوئی علم وفضل، زہد و تقوا، استقامت علی الدین اور عشق ومحبتِ رسول ﷺ میں اپنی مثال آپ تھا۔ ہر ایک نے امام احمد رضا کے پیغامِ عشقِ رسالت کو اکنافِ عالم میں عام کرنے کے لیے ہر ممکن قربانیاں پیش کیں۔ عشقِ رسالت مآب ﷺ کے فروغ واشاعت کے لیے ان پاک باز افراد نے نعتیہ شاعری کو بھی اپنا شیوہ بنایا اور نعتیہ نغمات کی مشک بار خوش بُو سے اہلِ ایمان واسلام کی مُشامِ جان وایمان کو معطر ومعنبر کیا۔ امام احمد رضا کے دامنِ کرم سے وابستہ حضرات نے نعتیہ شعروادب کے حوالے سے اردو ادب کی وہ گراں قدر خدمت انجام دی ہے کہ ''دبستانِ دہلی'' اور ''دبستانِ لکھنؤ'' کی طرح آپ کے معتقدین کی ملکوتی اور کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی پاکیزہ شعری کائنات کو بلاشبہ ''دبستانِ بریلی'' کے نام سے معنون کیا جاسکتا ہے۔

''دبستانِ بریلی'' کے اکثر و بیشتر شعرائے کرام صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔ ہر ایک کا کلام اندازِ بیان کے لحاظ سے نہایت اعلا، شگفتہ وشیریں، شعری وفنی خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ، عشق ومحبتِ



رسول ﷺ کی تڑپ وکسک اور سوز وگداز لیے ہوئے ہے۔

نعتیہ شاعری جو کہ تلوار کی تیز ترین دھار پر چلنے کے مترادف ہے اس میں اگر حد سے تجاوز کرتا ہے تو الوہیت کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو شانِ رسالت میں تنقیص وگستاخی کا مرتکب قرار پاکر ایمان واسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس خصوص میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی اور ان کے پروردہ افراد کا کلام سب سے منفرد، سب سے اعلا، جملہ شرعی خامیوں اور لغزشوں سے پاک و صاف، افراط وتفریط، خیالات کی بے راہ روی اور تصنع وبناوٹ سے مبرہ ومنزہ ہے۔ یہی وہ انفرادی خوبی وخصوصیت ہے جس نے ''دبستانِ بریلی'' کے شعرائے کرام کو دیگر نعت گو شعرا سے ممتاز ترین کر دیا۔

اس سچائی اور حقیقت کا جلوہ پیشِ نظر نعتیہ دیوان ''قبالۂ بخشش'' کے ورق ورق میں مسطور اور سطر سطر میں پنہاں ہے۔ مداح الحبیب علامہ جمیل الرحمٰن جمیلؔ قادری رضوی بریلوی، امام احمد رضا کی بابرکت اور فیض بخش صحبت کے خوشہ چین اور استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی (برادرِ اعلاحضرت) کے تلمیذِ ارشد تھے یہی وجہ ہے کہ علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کے نعتیہ دیوان ''قبالۂ بخشش'' میں جابجا انھی حضرات کے کلامِ بلاغت نظام کا عکسِ جمیل نظر آتا ہے نیز آپ کے کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے قبالۂ بخشش''...... ''حدائقِ بخشش'' اور ''ذوقِ نعت'' کے اشعارِ آب دار کا آسان اور سہل زبان میں شارح وترجمان ہے۔ چند مثالیں خاطر نشین کریں ؎

مالک تجھے بنایا مخلوق کا خدا نے — اس واسطے لکھا ہے ہر شَے پہ نام تیرا

عجب نکہتِ جاں فزا ہے تمہاری — کوئی راہ بھٹکا نہ جُویا تمہارا

اسی سے ہوئے عنبر و مشک مشتق — ہے خوشبو کا مصدر پسینا تمہارا

رفعنا کا رکھا ہے تاج سر پر حق تعالیٰ نے — پھریرا عرشِ اعظم پر اڑا کس کا محمّد کا

دل کہتا ہے ہر وقت صفت ان کی لکھا کر — کہتی ہے زباں نعت محمّد کی پڑھا کر

بھول جائے باغ وگل کو چھوڑ دے سیرِ چمن — عندلیبِ زار دیکھے گر بیابانِ رسول

علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کا کلام سوز وگداز، کیف وجذب اور رسول اللہ ﷺ کی محبت والفت اور تعظیم وتوقیر کی بادۂ ناب سے لوگوں کو مخمور وسرشار کرتا ہے۔ آپ کا کلام صنائع معنوی، صنائع لفظی، ایجاز واختصار، ترکیب سازی، شاعرانہ پیکر تراشی، جدتِ ادا اور طرزِ بیان کے علاوہ

بہت ساری شعری وفنی خوبیوں کا اعلاترین مرقع ونمونہ ہے ۔

خدا کے پیارے نبی ہمارے روف بھی ہیں رحیم بھی ہیں
شفیع بھی ہیں رسول بھی ہیں مطاع بھی ہیں قسیم بھی ہیں

مظہرِ ذاتِ خدا محبوبِ ربّ دوسرا　　بادشاہ ہفت کشور رحمۃ للعالمیں
ہر ذرّہ میں ہے نورِ تجلاے مدینہ　　ہے مخزنِ اسرار سراپاے مدینہ
آئینہ منفعل ترے جلوے کے سامنے　　ساجد ہیں مہر و مہ ترے تلوے کے سامنے
محبت اس کو کہتے ہیں کہ مولاے ولایت نے　　نمازِ عصر آرام محمد پر فدا کی ہے
جاکے صبا تو کوے محمد صلی اللہ علیہ وسلم　　لاکے سنگھا خوش بوے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
چاک ہے ہجر سے اپنا سینہ دل میں بسا ہے شہرِ مدینہ　　چشم لگی ہے سوے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پُروئے جاتے ہیں مژگاں میں وقتِ ذکرِ نبی　　بھرے ہیں درِّ عدن آب دار آنکھوں میں
زمینِ طیبہ نہ کیوں آسماں سے اونچی ہو　　بنایا اس نے نبی کا مزار آنکھوں میں

آج عالمِ اسلام میں جہاں امام احمد رضا محدثِ بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی اور مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی قدس سرہما کے نعتیہ کلام کی دھوم مچی ہوئی ہے، وہیں علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کا کلام بھی نعت خوانی کی بابرکت محافل و مجالس میں خوش الحانی کے ساتھ نہایت ذوق وشوق اور محبت والفت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے ان نفوسِ قدسیہ کی نعتیں پڑھنے اور سننے میں ایک عجیب طرح کا لطف وسرور حاصل ہوتا ہے، طبیعت پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے، دلوں کو نور اور محبتِ رسول ﷺ کا ادراک ہوتا ہے ۔

یہ وہ محفل ہے جس میں احمدِ مختار آتے ہیں　　ملائک لے کے رحمت کے یہاں انوار آتے ہیں
چلو ہے میزبانی جوش پر سرکارِ طیبہ کی　　لیے رحمت کے خوانوں میں ملک انوار آتے ہیں
وہ حسن ہے اے سیدِ ابرار تمہارا　　اللہ بھی ہے طالبِ دیدار تمہارا
شاہِ کونین جلوہ نما ہوگیا　　رنگ عالم کا بالکل نیا ہوگیا
منتخب آپ کی ذاتِ والا ہوئی　　نامِ پاک آپ کا مصطفیٰ ہوگیا



ایسی نافذ تمہاری حکومت ہوئی　　تم نے جس وقت جو کچھ کہا ہوگیا
عاشقو ورد کرو صلِ علیٰ آج کی رات　　میں پڑھوں شاہ کی کچھ مدح وثنا آج کی رات
پردہ رُخِ انور سے جو اُٹھا شبِ معراج　　جنت کا ہوا رنگ دوبالا شبِ معراج

علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کے بعض نعتیہ اشعار تو بے حد مشہور اور زباں زدِ خاص وعام ہیں ۔ حتیٰ کہ بین الاقوامی شہرت یافتہ نعت خواں حضرات بھی آپ کے نعتیہ نغمات کو پڑھتے رہتے ہیں ۔

آنکھوں کا تارا نامِ محمد ﷺ　　دل کا اجالا نامِ محمد ﷺ
سلطانِ جہاں محبوبِ خدا تری شان و شوکت کیا کہنا
ہر شَے پہ لکھا ہے نام ترا ترے ذکر کی رفعت کیا کہنا
یارسول اللہ آکر دیکھ لو　　یا مدینے میں بلا کر دیکھ لو
کُشتۂ دیدار زندہ ہو ابھی　　جانِ عیسیٰ لب ہلا کر دیکھ لو
میری آنکھوں میں تمہی ہو جلوہ گر　　چلمنِ مژگاں اُٹھا کر دیکھ لو
نبی آج پیدا ہوا چاہتا ہے　　یہ کعبہ گھر اس کا ہوا چاہتا ہے

علامہ جمیل کا یہ سلام تو مقبولِ خاص وعام ہے ۔

اے شہنشاہِ مدینہ الصلوٰۃ والسلام　　زینتِ عرشِ معلا الصلوٰۃ والسلام
ربِّ ہب لی اُمّتی کہتے ہوئے پیدا ہوئے　　حق نے فرمایا کہ بخشا الصلوٰۃ والسلام
بُت شکن آیا یہ کہہ کر سر کے بل بُت گر پڑے　　جھوم کر کہتا تھا کعبا الصلوٰۃ والسلام

اور اس سلام کا مقطع اس قدر مشہور و معروف ہے کہ اسے ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے ۔ شاید ہی کوئی صحیح العقیدہ مسلمان ایسا ہوگا جسے یہ شعر یاد نہ ہو ۔

میں وہ سُنّی ہوں جمیلِؔ قادری مرنے کے بعد　　میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی عاشقِ رسول امام احمد رضا بریلوی اور استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کی آغوشِ تربیت کے پروردہ ہیں ۔ حتیٰ کہ آپ کا مشہورِ زمانہ لقب ''مدّاح الحبیب'' امام احمد رضا بریلوی کا ہی عنایت فرمودہ ہے جس کا ذکر علامہ جمیلؔ

ایک مقام پر اس طرح کیا ہے ؂

کر دیا تیرا لقب مرشد نے مدّاح الحبیب        کر جمیلؔ قادری مدحت رسول اللہ کی

لہٰذا اس بات پر علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کو بڑا ناز و تمکنت ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ انھیں نفوسِ قدسیہ کے فیضانِ روحانی سے آپ کو چار دانگِ عالم میں شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ چناں چہ آپ نے ان دونوں حضرات کا ذکر اپنے کلام میں بہ جا کیا ہے ؂

شہرت ہے جمیلؔ اتنی تیری یہ سب ہے کرامت مرشد کی
کہتے ہیں تجھے مدّاحِ نبی سب اہلِ سنت کہا کہنا

دکھادے فیضِ استاذِ حسنؔ حضّارِ محفل کو        جمیلِؔ قادری پھر ہو بیاں پُر لطف مدحت کا
جمیلؔ اپنے آقا کا مدحت سرا ہے        کرم ہے رضاؔ کی نگاہِ کرم کا
رضا کے ہاتھ سے پی ہے جمیلؔ نے وہ مے        کہ جس کا روز بڑھے گا خمار آنکھوں میں

قبالۂ بخشش میں شامل نعتیہ کلام زیادہ تر غزل کے فارم میں ہے ،دیگر اصناف جیسے مخمس(ترجیع بند) میں اور رباعی میں بھی آپ نے نعتیں قلم بند فرمائی ہیں ۔علاوہ ازیں میلاد نامے،سلام،مناقب،قصائد اور قطعات بھی ملتے ہیں۔حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں کئی مناقب موجود ہیں جو فنی اعتبار سے بلند ہونے کے ساتھ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کی بے پناہ الفت وعقیدت کی مظہر ہیں۔نیز اپنے مرشدِ گرامی امام احمد رضا کی شان میں کئی قصائد بھی آپ نے ارقام کیے ہیں اس میں بھی محبت وخلوص کا دریا لہریں لے رہا ہے۔ذیل میں بطورِ مثال اشعار ملاحظہ کیجیے ؂

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایا غوثِ اعظم کا        ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا غوثِ اعظم کا
ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے بغداد والے کے        مصیبت ٹال دینا کام کس کا غوثِ اعظم کا
نبی کے معجزوں کا تو ہے مظہر        بتاتے ہیں ترے آثار یا غوث

ان اشعار کے علاوہ ذیل کی منقبت جمیلؔ صاحب کی جملہ مناقب میں اسلوبِ بیان اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے بھی بلند و بالا ہے اور مضمون آفرینی،سوز و گداز،رقت و کسک اور کرب و درد کا ایسا والہانہ آہنگ پایا جاتا ہے کہ قاری وسامع دونوں کی آنکھیں اس منقبت کی قراءت کے دوران بے اختیار



اشک بار ہو جاتی ہیں۔چند اشعار خاطر نشین ہوں ؂

جان و دل سے تم پہ میری جان قرباں غوثِ پاک        ہے سلامت تم سے میرا دین و ایماں غوثِ پاک
کب بلائیں اپنے در پر، کب رُخِ انور دکھائیں        کب نکالیں دیکھو میرے دل کا ارماں غوثِ پاک
آپ کا نامِ مقدس میرے دل پر نقش ہے        میری بخشش کے لیے کافی ہے ساماں غوثِ پاک
میری آنکھیں تیرا گنبد تیری چوکھٹ میرا سر        میرا لاشہ اور ہو تیرا بیاباں غوثِ پاک

ماہِ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ میں فتحِ مقدمۂ بدایوں کے موقع پر علامہ جمیل نے اپنے مرشدِ گرامی امام احمد رضا بریلوی کی شان میں جو قصائد لکھے وہ عقیدت ومحبت کے مظہرِ جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ شعریت اور فنی اعتبار سے بھی ارفع واعلا ہیں،چند اشعار بطورِ مثال ذیل میں خاطر نشان فرمائیں ؂

آبروے مومناں احمد رضا خاں قادری        رہ نماے گم رہاں احمد رضا خاں قادری
خاندانِ پاکِ برکاتیّہ کا چشم و چراغ        کہتے تھے نوری میاں احمد رضا خاں قادری
طبیعت آج کیوں ایسی رسا ہے        کہ خود اپنی زباں پر مرحبا ہے
صبا کیوں اس قدر اِترا رہی ہے        چمن میں کون سا غنچا کھلا ہے
یہ کیسے شادیانے بج رہے ہیں        یہ کیوں بابِ مسرت آج وا ہے
تحیّر جب بڑھا ہاتف پکارا        رضاے قادری دولھا بنا ہے
بریلی کا نصیبہ جگمگایا        کہ عبدالمصطفیٰ دولھا بنا ہے

علامہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی کا نعتیہ دیوان چند برسوں سے بالکل نایاب سا ہو گیا تھا۔بہت عرصہ پہلے اسے رضا اسلامک مشن،بریلی شریف نے شائع کیا تھا اس کے بعد کسی بھی ناشر نے اس کی اشاعت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔لہٰذا خوش عقیدہ مسلمانوں کے مابین اس کلام کی بے پناہ مقبولیت کے پیشِ نظر آل انڈیا سنّی جمعیۃ العلما شاخ مالیگاؤں نے اسے جدید طرز پر،کمپیوٹر کمپوزنگ کے ذریعہ پاکٹ سائز میں منظرِ عام پر لایا ہے۔یقیناً یہ امر جملہ برادرانِ اہلِ سنت کے لیے فرحت وانبساط کا باعث ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ علامہ جمیل الرحمٰن بریلوی کی حیات و خدمات اور مکمل شعری سرمایوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ کے شعری محاسن،رجحانات اور خیالات کو اجاگر کرنے کے لیے یونیورسٹی لیول کا کوئی تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے تاکہ دیگر قدآور نعت گو شعرا میں آپ کے مقام ومنصب کا تعین کیا جاسکے اور دنیاے ادب آپ کے شاعرانہ کمال سے کماحقہٗ واقف ہو سکے۔

# محدثِ اعظمِ ہند......شخصیت اور نعتیہ شاعری

حضرت محدثِ اعظمِ ہند ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی نور اللہ مرقدہٗ دلِ دردمند رکھنے والے، ملت کے سچے بہی خواہ و ہم درد اور تحریک آفریں قائد تھے۔ حق پسند و حق جو اور حق شناس طبیعت کے حامل حضرت سید محمد اشرفی کچھوچھوی بہ یک وقت کئی خوبیوں اور محاسن کا حسین سنگم تھے۔ محدث و مفسر، مترجم و شارح، مفکر و مدبر، خطیب و ادیب، بے باک صحافی اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ کردار و گفتار میں آپ اپنے اسلاف کے پرتَو تھے۔ سیاسیات اور سماجیات کا بھی گہرا شعور رکھتے تھے۔ شریعت و طریقت اور تصوف و معرفت کے بھی کوہِ گراں تھے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے چمنستانِ علمی کے ایک خوشہ چین اور آپ کے شاگردِ رشید اور خلیفۂ اجل تھے۔

حضرت محدث اعظمِ ہند کی ولادت ۱۵ر ذوالقعدہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء کو نمازِ فجر سے قبل جائس ضلع رائے بریلی (یو. پی.) میں ہوئی اور ۱۶ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ/ ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو لکھنؤ میں وصال فرمایا اور آپ کی تدفین کچھوچھہ، ضلع فیض آباد (یو. پی.) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حکیم سید نذر اشرف تھا۔ جو عابد و زاہد اور اپنے عہد کے بہترین طبیب تھے۔ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی زبان و ادب پر ملکہ رکھتے تھے اور زود گو و خوش گو شاعر بھی تھے۔

حضرت محدثِ اعظمِ ہند نے ابتدائی تعلیم والدِ ماجد سے حاصل کی۔ بعدہٗ مدرسۂ نظامیہ لکھنؤ جا کر مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے درس میں شریک ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر بدایونی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہم الرحمۃ جیسے جلیل القدر حضرات کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت محدثِ سورتی سے آپ نے علمِ حدیث و اصولِ حدیث کا درس لیا۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے حلقۂ درس میں بھی آپ نے شرکت کی اور امام احمد رضا سے فقہ اور اس کے جملہ متعلقات، افتا نویسی وغیرہ فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ وطنِ عزیز ہندوستان کے آپ منفرد اور مایۂ ناز عالمِ حدیث مانے جاتے تھے۔ ہزار ہا احادیث اسناد کے ساتھ آپ کو حفظ تھیں؛ یہی وجہ ہے کہ آپ کو علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت نے ''محدثِ اعظمِ ہند'' جیسے عظیم الشان لقب سے نوازا۔

آپ نے حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہٗ (م ۱۳۵۵ھ) سے شرفِ بیعت



حاصل کیا۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے اپنی خلافت و اجازت سے نوازا، اسی طرح خلیفۂ اعلا حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی (م ۱۳۴۳ھ) نے بھی اپنی خلافت و اجازت عطا کی؛ واضح ہو کہ حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ، حضرت محدثِ اعظمِ ہند کے ماموں تھے۔

حضرت محدثِ اعظمِ ہند نے تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد دہلی میں ''مدرسۃ الحدیث'' کے نام سے ایک درس گاہِ حدیث قائم فرمائی۔ جہاں ایک کامیاب مدرس اور مشفق استاذ کی حیثیت سے طلبہ کو علومِ حدیث سے سرفراز کرتے رہے۔ آپ حسنِ باطنی اور حسنِ ظاہری دونوں کا حسین و جمیل مجموعہ تھے۔ آپ کا سراپا پُر کشش اور وجیہ و شکیل تھا، ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتا، نظر ہٹانے کو دل نہیں چاہتا۔ علاوہ ان خوبیوں کے آپ ایک بے باک صحافی بھی تھے؛ ۱۹۲۲ء میں کچھوچھہ سے ایک ماہ نامہ ''اشرفی'' جاری فرمایا۔ جس کی فائلوں کے مطالعہ سے آپ کی پاکیزہ صحافتی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ آپ کی بے باک قائدانہ صلاحیتوں کے برِصغیر ہند و پاک کے ممتاز علما و مشائخ قدرداں تھے۔ امام احمد رضا بریلوی کی قائم کردہ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ کے مرکزی عہدۂ صدارت پر آپ تاحیات متمکن رہے۔ متعدد اداروں اور مدارس کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء سے بھی آپ گہری وابستگی اور محبت و انسیت رکھتے تھے۔

آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ر تا ۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء)، سنی کانفرنس بمبئی ((۱۳ر تا ۱۵ر محرم الحرام ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء)، سنی کانفرنس مالیگاوں، ناسک (۲۲ر تا ۲۴ر مئی ۱۹۶۰ء)، جماعت رضائے مصطفےٰ کانفرنس گجرات (۲۷ر تا ۲۹ر اپریل ۱۹۶۰ء)، آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر (۷، ۸ر جون ۱۹۶۴ء)، جشنِ یومِ رضا ناگ پور (ماہِ شوال المکرّم ۱۳۷۹ھ)، جیسی تاریخ ساز اور یادگار کانفرنسیس کی صدارت بھی فرمائی اور ان اجلاس میں جو تاریخی خطبۂ صدارت پیش فرمایا وہ آپ کی بالغ نظری اور دور اندیشی کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کے تئیں گہرے درد و کسک اور مسلکِ اعلا حضرت کی ترویج و اشاعت کے سچے جوش و ولولے اور امنگ کے آئینہ دار ہیں۔

حضرت محدثِ اعظمِ ہند درس و تدریس، خطابت و نظامت اور تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ میدانِ فن اور ادب کے بھی شہ سوار تھے۔ آپ کے والد حکیم سید نذر اشرف بھی ایک عمدہ شاعر تھے۔ حضرت محدثِ اعظمِ ہند کو شاعری ورثے میں ملی، بچپن ہی سے شعر و سخن سے لگاو اور شغف تھا۔ گھریلو

ماحول کی برکتیں اس پر مستزاد......آپ کا قلم نثر ونظم دونوں ہی میں یک ساں چلتا تھا۔ کئی نثری کتابیں آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ آپ نے بہاریہ شاعری بھی کی اور تقدیسی شاعری بھی......حمد ونعت ، مناقب وسلام اورغزلیات ورباعیات پر مشتمل آپ کا خوب صورت اوردل کش دیوان ''فرش پر عرش'' کے نام سے رضوی کتاب گھر دہلی سے شائع ہوکر دادوتحسین کی خراج وصول کر چکا ہے۔

حضرت محدثِ اعظمِ ہند کے دیوان میں نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ مناقب، سلام، مشہور اردو و فارسی شعرا کے کلام پر تضامین، رباعیات اور غزلیات شامل ہیں۔ ''فرش پر عرش'' کے نعتیہ کلام نعت کے تقدس وطہارت کے ساتھ ساتھ ادب کی حُسن کاری اور نظافت سے آراستہ ومزین ہیں۔ مناقب اپنے ممدوح کے تئیں باہوش عقیدت واحترام کی عکاسی کرتی ہیں۔ غزلوں میں عشقِ حقیقی اور تصوف ومعرفت کی روح پنہاں ہے اور بعض اشعار میں اخلاقِ حسنہ اور اصلاحِ امت کے موضوعات کی پرچھائیاں ابھرتی ہے۔ غرض یہ کہ عشق وعرفان کا ایک گنجینہ ''فرش پر عرش'' کے ورق ورق میں مسطور نظر آتا ہے۔ جذبات واحساسات کی ترجمانی میں صداقت اور سچائی، فکروفن کی گہرائی وگیرائی اور فصاحت وبلاغت کے جوعناصر حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کی نعتوں میں موج زن ہیں وہ انہیں نعت گو شاعروں میں ایک ممتاز حیثیت عطا کرتے ہیں ''فرش پر عرش'' سے چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں ۔

مدینے کے چرچے مدینے کی باتیں ۔۔۔ یہی کام ہر دم کیے جارہا ہوں

وہی مہرِ صبحِ اول وہی ماہِ شامِ آخر ۔۔۔ وہ ازل کے رازِ پنہاں وہ ابد تک آشکارا

سلطنت اس کو کہا کرتے ہیں ماشآء اللہ ۔۔۔ ماسوا اللہ کا سلطان ہے سلطانِ عرب

مبارک تجھ کو آزادی مبارک ۔۔۔ اسیرِ زلف و گیسوے محمد (ﷺ)

وہ اقتدار کہ بیٹھ آئے عرشِ اکبر پر ۔۔۔ یہ شانِ فقر کہ لیٹے نہ نرم بستر پر

فلک پر کہکشاں صورت زمیں پرضوفشاں صورت ۔۔۔ سراپا نور ہیں گرد و غبارِ گنبدِ خضرا

حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کے کلام سے جو تابندہ نقوش ذہن ودل پر ثبت ہوتے ہیں وہ فکر ونظر کو پاکیزگی اور طہارت عطا کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے کلام کے حوالے سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت اور تعظیم وتوقیر کی ضرورت واہمیت کا شاعرانہ اورادیبانہ اظہار کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ طریقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا اور آقاے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت میں خود کو فنا کر دینا ہی دنیوی واخروی نجات کا سبب ہے۔ اور کائناتِ ارضی کی جتنی بھی چیزیں ہیں



سب انہیں کے دم قدم سے قائم ہیں اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خداے وحدہٗ لاشریک جل شانہٗ کے محبوبِ اکبر اور خلیفۂ اعظم ہیں ۔

نبی کا نام ہے ہر جا خدا کے نام کے بعد ۔۔۔ کہیں درود کے پہلے کہیں سلام کے بعد

ان سے پڑی بناے خلق ان کے سبب قیامِ خلق ۔۔۔ جان ہیں وہ جہان کی جان نہیں جہاں نہیں

مکاں سے لامکاں تک سب ہے ان کا ۔۔۔ کہاں ملتی نہیں کوے محمد (ﷺ)

خدا مل گیا پا گیا تیرا در ، جو شہنشاہ کہتے ہیں تیرے گدا کو
تری بھیک کھا کھا کے ہوتے ہیں خسرو، ترا جام پی پی کے ڈھلتے ہیں جامی
زمین وزماں کے لیے وہ ہیں رحمت، مکین ومکاں کے لیے ہیں ہدایت
نبیّوں کے بھی ہیں نبی یہ عمومِ رسالت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کے کلام میں موضوعات کی طرح لفظیات میں بھی تنوع اور گہرائی ہے۔ آپ کا پیرایۂ بیان دل نشین ہے، طرزِ اظہار میں سلاست وروانی اور شگفتگی وشستگی پائی جاتی ہے، لوازماتِ شعری کا برمحل استعمال ہوا ہے، شیرینی وحلاوت اور الفاظ کے دروبست نے آپ کے کلام کو دوآتشہ بنا دیا ہے۔ عشق ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں والہانہ وارفتگی اور حزم واحتیاط کی جو جلوہ گری ''فرش پر عرش'' میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ آپ کے محتاط تخیل اور پاکیزہ تصور کی عکاسی کرتی ہے ۔

مقامِ عشق ہے قانون کی زد سے بہت بالا ۔۔۔ یہاں ہر آنے والا عقل سے بے گانہ آتا ہے

مدینے کی زمیں بھی کیا زمیں معلوم ہوتی ہے ۔۔۔ لیے آغوش میں خلدِ بریں معلوم ہوتی ہے

اللہ اللہ! آپ کا دیدار ہے دیدارِ حق ۔۔۔ آپ کا دربار ہے دربارِ باری یارسول

موت میں بھی زندگی بھر دی رسولِ پاک نے ۔۔۔ جنّتیں لاکر بسادیں سایۂ شمشیر میں

ارے ہوش سیدِ پُر خطا ، تو جہاں ہے آج کھڑا ہوا
یہ ادب کی جا ہے ادب کی جا ، یہ حجاز ہے یہ حجاز ہے
زباں ترجمانِ کلامِ الٰہی ، تبسم کو کہیے کہ برقِ تجلّی
لبوں کی خموشی میں ہے کنزِ مخفی ، جو بولے تو قرآن کے تیس پارے

حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی نے اس دیوان میں حروفِ ہجائیہ کا بھرپور لحاظ رکھتے ہوئے اپنا کلام پیش کیا ہے۔ اس التزام میں کہیں کہیں بڑی سنگلاخ اورادق زمینیں منتخب کی ہیں۔

ردیفوں کی سختی اور مشکل بحروں کے انتخاب کے باوجود کلام کی روانی اور شستگی متاثر نہیں ہوئی ہے؛ جن سے آپ کی قادرالکلامی مترشح ہوتی ہے۔ ذیل میں بہ طورِ مثال چند مطلعے نشانِ خاطر ہوں ۔

کعبۂ دل کی پاسبانی جھوٹ — بت کریں ایسی مہربانی جھوٹ
نہ رہی مجھ پہ وہی پہلی سی نظر کیا باعث — ہوگئے آپ کے انداز دگر کیا باعث
بے سبب دیتے نہیں دل کو وہ ہیں تیور آنچ — کبھی کندن نہ ہو کھا جائے نہ جب ستّر آنچ
عمل پر نہ ہے اتقا پر گھمنڈ — ہمیں ہے شہ انبیا پر گھمنڈ
خدا کی حمد ہے لیل و نہار کا تعویذ — درودِ پاک ہے روزِ شمار کا تعویذ
اے بوالہوس پہاڑ ہے یہ مرحلا پہاڑ — ہشیار باش! عشق ہے سب سے بڑا پہاڑ
مستیِ دید سے ہے لغزشِ رفتار ہنوز — شوخ ہے حشر میں بھی ان کا گنہگار ہنوز
گل بھی خاموش ہیں بلبل کا گلا بھی خاموش — دل کی خاموشی سے ہے ساری فضا بھی خاموش

حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی نے اپنے کلام کے ذریعہ اصلاحِ امت اور رشدو ہدایت کا کام لیا ہے، آپ کے اخلاقِ حسنہ اور پندونصائح سے مملو اشعار ملتِ اسلامیہ کی اصلاح وتذکیر اور تزکیہ وصفائی کے ضمن میں آپ کے مخلصانہ سوزِ دروں کو نمایاں کرتے ہیں آپ نے خوابِ غفلت میں مست قومِ مسلم کو بیدار کرنے کا انقلابی پیغام دیا ہے ۔

سونے والو! جاگو جاگو اس نیند کی دنیا سے بھاگو — جو قوم کہ سوتی رہتی ہے تقدیر بھی اس کی سوتی ہے

آج عبادت و ریاضت میں خلوص کا اعلا جوہر مفقود ہوتے جارہا ہے، ریاکاری کی جو تباہ کاریاں ہیں وہ اہلِ فہم پر روشن ہیں۔ جزاوسزا تو فقط رب العزت کی عطا پر منحصر ہے۔ بیش تر عبّادو زُہّاد رضاے الٰہی کے بجاے لذّاتِ جنت کی طلب اور ہوس میں میدانِ عمل میں سرگرم دکھائی دیتے ہیں، ایسے افراد کا دل خانۂ خدا نہیں بل کہ صنم کدہ ہے؛ حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کا اظہارِ صداقت دیکھیے ۔

کہاں ہے رند جو ممنونِ مدعا نہ ہوا — وہ رند ہی ہے کہ جو طالبِ جزا نہ ہو
وہ دل جو رکھتا ہے لذّاتِ خلد ہی کی ہوس — صنم کدہ تو ہوا خانۂ خدا نہ ہوا

نفسِ امّارہ کے دامِ فریب میں آنا آج اچھے اچھوں کا شیوا بنتا جارہا ہے؛ سید محمد کچھوچھوی کہتے ہیں کہ جو نفس کو کچل ڈالے وہ تو غازی اور شہید کہلانے کا مستحق ہے۔ نفسِ امّارہ کو نفسِ مطمئنہ میں بدلنا حددرجہ ضروری ہے ۔



نفس کو جس نے قتل کر ڈالا — لقب اس کا شہید و غازی ہے

دنیا بھر میں مسلمان باہم دست وگریباں ہیں جب کہ دشمنانِ اسلام الکفر ملت واحدہ بن کر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کمربستہ ہی نہیں بل کہ ہر ممکن حربے استعمال کرنے میں شب وروز مصروف ہیں ایسے حالات میں ایمان وعقیدے کی سلامتی کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد ضروری ہوجاتا ہے اور ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے محبت وانسیت اور امداد واعانت بھی مزید فرض ہوجاتی ہے کہ یہی درس سیرتِ طیبہ میں بھی ملتا ہے اور اسلاف کے عمل سے بھی ۔

کفر سے کفر بغل گیر نظر آتا ہے — کیوں نہیں ہوتے مسلماں بھی مسلماں کے قریب
رخِ روشن سے داغِ دل کو روشن کر کے فرمایا — خدانے فرض کی نصرت مسلماں کی مسلماں پر

حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کہتے ہیں کہ پوری امتِ مسلمہ ایک جسم کے مانند ہے ہمارا حال تو یہ ہونا چاہیے کہ کہیں بھی کسی مسلمان کو تکلیف ہو تو ہمیں اس کا درد محسوس ہو اگر یہ احساس امت میں بیدار ہوجائے تو کوئی بھی قوم ہمیں نقصان نہیں پہنچاسکتی ۔

قوم کا کوئی تڑپ جائے تو تڑپے سب قوم — جیسے جب پاوں جلا آنے لگی سر پر آنچ

ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کے دل میں ملتِ اسلامیہ کا سچا درد تھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ ایک دؤر اندیش اور بالغ نظر سیاسی دیدہ وری کے حامل فرد تھے۔ آپ کا سیاسی نظریہ پاکیزہ اور تابناک تھا۔ آپ سیاست پر مذہب کو قربان کرنے والوں میں سے نہیں تھے جیسا کہ آپ کے عہد میں کئی علمانے ایسا کیا۔ سیاست اصولاً بُری چیز نہیں ہے بل کہ بازی گرانِ سیاست نے اسے بُرا بنا ڈالا ہے۔ افسوس! تو یہ ہے کہ عصری سیاست دانوں کی طرح بعض ناعاقبت اندیش اور خداناترس علما بھی اپنے مقام ومنصب کی پاکیزگی اور رفعت کو فراموش کرتے ہوئے گندی سیاست کے اسیر ہوتے جارہے ہیں اور علما کی قدرومنزلت پر سوالیہ نشان لگا رہے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی کا تیور قابلِ ملاحظہ ہے ۔

سیاست بھی اور مولویت بھی سیّد — خطرناک ہیں آج کل کے اندھیرے

حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ "دبستانِ رضا" کے ہی ایک باکمال شاعر وادیب ہیں، آپ کے کلام میں بھی اس تقدیسی اور ملکوتی اوصاف کے حامل شعراے نعت کی طرح جذبے کا التہاب اور تعظیم وتوقیرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صداقت پائی جاتی ہے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی فیض بخش صحبت نے بھی آپ کی شاعرانہ اور ادیبانہ عظمتوں کو صیقل کیا۔ آپ کے کلام میں فکرِ

رضا اور استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کی شاعری کا تتبع نظر آتا ہے۔ ''فرش پر عرش'' میں جہاں دیگر شعرا کے کلام پر تضامین ہیں وہیں امامِ نعت گویاں حضرت رضا بریلوی کی مشہورِ زمانہ نعت ''کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ'' پر تضمین بھی شامل ہے۔ امام احمد رضا کی اس لاجواب اور بے مثل نعت پر آپ نے جس خوب صورتی اور ہنر مندی سے تضمین قلم بند کی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تضمین پڑھنے کے بعد پیوند کاری کا شائبہ تک نہیں گذرتا، دل کش علائم، تشبیہات واستعارات اور عمدہ لفظیات کی جو رعنائی کلامِ رضا پر لکھی گئی تضمین میں نظر آتی ہے وہ ہمیں دیر تک مسحور کیے رہتی ہے اور تضمین نگار کی ادیبانہ وشاعرانہ حیثیت کا معترف بھی کرتی ہے بہ طورِ مثال دو بند نشانِ خاطر ہوں ؎

پنجۂ قدرت ہے ہر انگشت بہرِ بحر و بر　　جب پھریں سورج پھرا اُٹھّیں تو دو ٹکڑے قمر
جھک رہا ہے ان کے آگے ابرِ نیساں کا بھی سر　　''انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندّیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ''

غنچۂ دل کیوں کھلا کیوں رو بہ صحت ہے مزاج　　داغ سب گل بن کے کیوں مہکے، گیا کیوں اختلاج
کس کے کوچے کی ہوا نے کر دیا میرا علاج　　''کیا مدینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بُو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ''

حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی کامیاب طبع آزمائی فرمائی ہے۔ ''فرش پر عرش'' میں کئی کلام عربی اور فارسی میں موجود ہیں جو آپ کے لسانی تنوع پر دال ہیں۔ کئی مشہورِ زمانہ فارسی شعرا کی غزلوں پر اردو تضمین بھی آپ کے فنّی علو کی غمازی کرتی ہیں۔

بہ ہر کیف! حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی شعری کائنات اپنے اندر پاکیزگی اور ملکوتی اوصاف لیے ہوئے ہے۔ جذبے کی صداقت و نظافت، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار میں شعری وشرعی حُسن وطہارت، ملتِ اسلامیہ کی اصلاح وتذکیر کے لیے سچی تڑپ اور دیگر فنی محاسن آپ کی نعتوں کو ایک پُر کشش تاثیر عطا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نعت خوانی کی محفلوں میں آپ کے نعتیہ اشعار وجد وسرور کے ساتھ پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ قابلِ مبارک باد ہیں حضرت غلام ربانی فدؔا صاحب کہ جنہوں نے حضرت محدثِ اعظمِ ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی نعت گوئی پر یہ عمدہ گوشہ جہانِ نعت کے حوالے سے آراستہ کیا ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ربانی صاحب کی یہ مساعیِ جمیلہ شَرَفِ قبول حاصل کرے (آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم)۔



# بلبلِ بُستانِ مدینہ......علامہ اختؔر رضا ازہری بریلوی

علامہ مفتی محمد اختؔر رضا قادری برکاتی ازہری بریلوی عالمِ اسلام کی عظیم روحانی شخصیت ہیں۔ علم وعمل، زہد وتقوا، استقامت علیٰ الدین، خشیتِ الٰہی، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ کی دینی وعلمی، تبلیغی وتدریسی اور تعلیمی واصلاحی خدمات عالم گیر شہرت و وسعت رکھتی ہیں۔ آپ کی ولادت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں طرۂ امتیاز رکھنے والے ''خانوادۂ رضا'' میں ۲۵ر فروری ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ مصطفیٰ رضا نورؔی بریلوی کی پُر نور امانتوں کے آپ ایک سچے وارث وامین اور جانشین ہیں۔ بریلی شریف سے ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جامعہ ازہر، مصر میں اعلا تعلیم سے فراغت پائی اور گولڈ میڈلسٹ بھی رہے۔ علاوہ ازیں جامعہ ازہر کے سب سے ممتاز اعزاز ''فخرِ ازہر ایوارڈ'' سے بھی آپ کو نوازا گیا۔

علامہ اختؔر رضا ازہری بریلوی بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر و مدبر، ادیب و خطیب، تصوف وولایت کے دُرِ نایاب، دعوت وتبلیغ کے آفتاب و ماہ تاب، رشد وہدایت کے گلِ خوش رنگ، اور بافیض معلم و مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ مقبولِ زمانہ نعتیہ کلام کے عمدہ اور مشہور ومعروف نعت گو شاعر بھی ہیں۔ آپ کا اشہبِ قلم نثر ونظم میں یکساں رواں دواں ہے۔ اردو کے علاوہ آپ کو عربی و فارسی پر بھی عالمانہ وفاضلانہ دسترس حاصل ہے۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہلِ زبان عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتد بہ حصہ عربی نثر ونظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلافِ کرام سے علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشقِ نبوی علیہ الصلاۃ والتسلیم کی دولتِ عظمیٰ بھی ملی۔ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو گھٹی میں پلایا گیا۔ اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجدادِ عظام کی طرح دنیائے علم وادب کو ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''سفینۂ بخشش''، عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں

ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین وجمیل اور روح پرور گل دستہ ہے۔جس میں مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔علامہ اختر رضا بریلوی کی نعت گوئی کو بھی دبستانِ بریلی کے دیگر شعرا کی طرح محض عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا مرقع نہیں کہا جاسکتا بل کہ آپ کا کلام فکر و فن، جذبہ وتخیل، زبان و بیان، فنی گیرائی وگہرائی، جدتِ ادا، زورِ بیان، حُسنِ کلام، تشبیہات واستعارات اور صنائع لفظی ومعنوی جیسے شعری وفنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہے۔''سفینۂ بخشش'' سے چیدہ چیدہ اشعار نشانِ خاطر ہوں ۔

عفو و عظمتِ خاکِ مدینہ کیا کہیے ۔۔۔ اسی تراب کے صدقے ہے اعتدائے فلک
اک اشارے سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے ۔۔۔ مرحبا صد مرحبا صلِ علا شانِ جمال
گرمیِ محشر گنہ گارو ہے بس کچھ دیر کی ۔۔۔ ابر بن کر چھائیں گے گیسوے سلطانِ جمال
جو تُو اے طائرِ جاں کام لیتا کچھ بھی ہمت سے ۔۔۔ نظر بن کر پہنچ جاتے تجلی گاہِ سرور میں
خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی ۔۔۔ خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

زبان و بیان کی پختگی، ندرتِ خیال، جدتِ اظہار، اختصار وجامعیت، معانی آفرینی، سنجیدگی وشگفتگی، اور برجستگی وغیرہ عناصر ایک اچھے اور خوب صورت کلام کی خوبیاں ہیں جو کہ ''سفینۂ بخشش'' کے اشعار میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔یہ شعری خصوصیات ''سفینۂ بخشش'' کی نعتوں کو تاثیر کے جوہر سے آراستہ ومزین کرتی ہیں۔حضرت اختر رضا بریلوی نے حمدیہ ونعتیہ شاعری کے جملہ لوازمات کی پاس داری کا مکمل اہتمام کیا ہے۔اسی طرح پاکیزہ اوصاف کے حامل ''دبستانِ بریلی'' کے جید شعرائے کرام کے کلامِ بلاغت نظام کے گہرے مطالعہ کی وجہ سے آپ کے کلام کی زیریں رَو میں فصاحت و بلاغت، حلاوت وملاحت، حزم واحتیاط، حُسنِ معنیٰ اور قادرالکلامی کا جو لہریں لیتا دریا موجزن ہے اُس میں آپ اپنے اسلاف کے پرتو نظر آتے ہیں۔''سفینۂ بخشش'' کے نعتیہ کلام میں جو گہرا فنی رچاو ہے وہ قاری وسامع کو دیر تک مسحور کیے رہتا ہے اور انھیں ایک کیف آگیں لطف ومسرت سے سرشار کردیتا ہے ۔

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں ۔۔۔ نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا ۔۔۔ ضیاے رُخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں
دامنِ دل جو سوے یار کھنچا جاتا ہے ۔۔۔ ہو نہ ہو اس نے مجھے آج بُلایا ہوگا
سرفرازیِ ازال اُن کو مِلا کرتی ہے ۔۔۔ نخوتِ سر جو ترے در پہ جھکا جاتے ہیں



اپنے در پر جو بُلاؤ تو بہت اچھا ہو ۔۔۔ میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو
گردشِ دَور نے پامال کیا مجھ کو حضور ۔۔۔ اپنے قدموں میں سلاؤ تو بہت اچھا ہو
جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے ۔۔۔ میں کیوں نہ وقفِ درِ آں جناب ہوجاؤں

اختر رضا بریلوی کی شاعری تصوفانہ آہنگ کی عکاسی اور حالِ دل کی ترجمانی کرنے میں جمالیاتی طرزِ اظہار لیے ہوئے ہے۔غزلیہ انداز میں تقدیسی شاعری کرتے ہوئے آپ نے بڑی ادیبانہ مہارت اور عالمانہ ہنرمندی کا مظاہرہ کیا ہے؛ کہیں بھی لب ولہجہ بوجھل محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کے برعکس کوئی مضمون آپ کے کلام میں نظر آتا ہے۔داخلیت یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں والہانہ وارفتگی کے ساتھ ساتھ بے ساختگی، جذب وکیف، نغمگی وموسیقیت ،سلاست وصفائی ،ترکیب سازی، پیکریت، اور سوز وگداز جیسے اعلا ترین جوہر کلامِ اختر بریلوی میں پنہاں ہیں۔جسے پڑھ کر اہلِ نقد ونظر یقیناً داد وتحسین کے لیے مجبور ہوجائیں گے ۔

جس کی تنہائی میں وہ شمعِ شبستانی ہے ۔۔۔ رشکِ صد بزم ہے اُس رندِ خرابات کی رات
پینے والے دیکھ پی کر آج اُن کی آنکھ سے ۔۔۔ پھر یہ عالم ہوگا کہ خود کا پتا ملتا نہیں
مہرِ خاور پہ جمائے نہیں جمتی نظریں ۔۔۔ وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو
میری خلوت میں مزے انجمن آرائی کے ۔۔۔ صدقے جاوں میں انیسِ شبِ تنہائی کے
دشتِ طیبہ میں گمادے مجھے اے جوشِ جنوں ۔۔۔ خوب لینے دے مزے بادیہ پیمائی کے
شامِ تنہائی بنے رشکِ ہزاراں انجمن ۔۔۔ یادِ جاناں دل میں یوں دھومیں مچائے خیر سے

چھوٹی بحور میں نعت گوئی کرتے ہوئے مؤثر پیرایۂ اظہار میں معانی آفرینی، تراکیب، پیکریت، روانی اور نغمگی جیسے عناصر کے جوہر دکھانا آسان نہیں۔مگر علامہ اختر رضا بریلوی کو اس وصف میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے۔آپ کے چھوٹی بحور پر مشتمل اشعار نہایت معنی خیز ہیں۔ان میں پوشیدہ غنائیت قاری وسامع کے قلب وذہن کو براہِ راست متاثر کرتی ہے ۔

اے مکینِ گنبدِ خضرا سلام ۔۔۔ اے شکیبِ ہر دلِ شیدا سلام
مصطفاے ذاتِ یکتا آپ ہیں ۔۔۔ یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں
جانِ گلشن سے ہم نے منہ موڑا ۔۔۔ اب کہاں وہ بہار کا عالم
ہر گھڑی وجد میں رہے اختر ۔۔۔ کیجیے اُس دیار کی باتیں

ہر گلِ گلستاں معطر ہے　　جانِ گل زار کے پسینے سے
روے انور کے سامنے سورج　　جیسے اک شمعِ صبح گاہی ہے

ہر عاشقِ رسول (ﷺ) یہ چاہتا ہے کہ اُسے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شادکامی حاصل ہوجائے اور وہ اپنی نظروں میں جمالِ جہاں آرائے گنبدِ خضرا بسالے؛ اختر رضا بریلوی نے کس درجہ حُسن وخوبی اور والہانہ انداز میں اپنے سوزِ دروں کو پیش کیا ہے۔ نشانِ خاطر ہو شہ پارہ ۔

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مِل جاتا

سبحان اللہ! مصرعۂ ثانی　ع

''کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مِل جاتا''

کی بار بار تکرار کرنے کو جی چاہتا ہے؛ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ صرف اختر رضا بریلوی کی آواز نہیں بل کہ ''میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے'' کے مصداق ہر عاشق کی آواز ہے۔

اور جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا مژدۂ جاں فزا حاصل ہوگیا تو قسمت کو گویا معراج مل گئی؛ فرشِ گیتی سے اُٹھ کر عاشق فرازِ عرش پر پہنچ گیا۔ دل کی بے قراریوں اور اضطراب کو ڈھارس بندھاتے ہوئے چشمِ شوق کو آنسو نہیں؛ بل کہ موتی لُٹانے کا پیغام دیتے ہوئے حضرت اختر بریلوی راقم ہیں ۔

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے　　لُٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

اور جب جمالِ سبز گنبد پیشِ نظر ہوگیا تو عاشق کا اندازِ والہانہ یوں نکھر کر سامنے آتا ہے۔ منظر کشی اور تصوریت کا حُسن متاثر کن ہے ۔

وہ چمکا گنبدِ خضرا وہ شہرِ پُرضیا آیا　　ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے
مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے صرف اتنی سی　　تُو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

اختر رضا بریلوی نے اپنی نعتوں کے ذریعہ عقیدہ وعقیدت، فضائل وشمائلِ نبوی اور محبت و اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اظہار کے ساتھ سیرتِ طیبہ کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ سنت وشریعت سے دوری کی وجہ سے جو تباہی و بربادی ہمارا مقدر بنتے جارہی ہے اس کی طرف اشارا کرتے ہوئے الحاد و بے دینی اور مغربی کلچر کی یلغار سے اُمتِ مسلمہ کو دور رہنے کی تلقین بھی کی ہے۔



اور یہ بتایا ہے کہ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر عمل کرنا، آپ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے والہانہ وارفتگی ہی ہماری دینوی اور اُخروی نجات کا وسیلۂ عظمیٰ ہے۔ کلامِ اختر رضا بریلوی کے مطالعہ کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ آپ کے یہاں عصری حسیّت بھی نمایاں ہے جو ایک سچی شاعری کا توصیفی پہلو ہے؛ اس لحاظ سے ''سفینۂ بخشش'' کے شاعرِ محترم ہر اعتبار سے لائقِ تحسین وآفرین ہیں ۔

رہت آقا کی چھوڑ دی ہم نے
اپنی مہمان اب تباہی ہے
طوقِ تہذیبِ فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں
عبث جاتا ہے تُو غیروں کی جانب
کہ بابِ رحمتِ رحماں یہیں ہے
فریبِ نفس میں ہمدم نہ آنا
بچے رہنا یہ مارِ آستیں ہے

الغرض علامہ اختر رضا ازہری بریلوی کے موے قلم سے نکلے ہوئے نعتیہ نغمات عقیدت و محبت کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ شعریت کے بناؤ سنگھار سے سجے سنورے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ اسلام میں آپ کے کلام کی دھوم مچی ہوئی ہے، دنیا بھر کے اہلِ عقیدت ومحبت آپ کے نعتیہ اشعار کو ذوق وشوق سے گنگناتے ہیں؛ عالمی شہرت یافتہ نعت خواں حضرات بھی علامہ اختر رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کی نغمگی وموسیقیت اور جذب وکیف سے عاشقانِ رسول کو لطف اندوز کررہے ہیں۔ تاہم مقامِ حیرت واستعجاب ہے کہ عالمی مقبولیت کے حامل اس عظیم نعت گو شاعر کا ادبی دنیا میں کہیں تذکرہ نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناقدینِ ادب کی تحریریں اس عظیم نعت گو شاعر کے ذکر سے عاری کیوں؟ اس موقع پر پہنچ کر ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کا یہ چشم کشا خیال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا:

''اسلام پسند شاعروں کی یہ بدنصیبی رہی ہے کہ اپنے بھی انہیں ایک محدود فکر کا شاعر گردانتے ہیں۔ ادب اور فن کا جو وسیع کینوس ہے اس کی رنگ آمیزی میں شاعر کی فکر کے عمق پر ان کی نگاہ نہیں جاتی۔ غیر تو ان سے اس لیے صرفِ نظر کرتے ہیں کہ انہیں ایسی فکر کو ابھرنے سے روکنا ہوتا ہے۔ اپنے بھی انہیں مذہب اور اسلام کی اعلا قدروں کے ترجمان کی حیثیت سے پیش کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں۔

اردو کے دو عظیم شاعر حفیؔظ میرٹھی اور شفیؔق جون پوری اسی تعصب کے شکار رہے۔'' (اردو بک ری ویو جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء ص ۴۱)

ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کی یہ بات بالکل درست اور مبنی بر صداقت ہے۔ محض حفیؔظ میرٹھی اور شفیؔق جون پوری ہی نہیں بل کہ حضرت رضؔا بریلوی، حسؔن رضا بریلوی، جمیؔل بریلوی، نورؔی بریلوی، اجمؔل سلطان پوری، رازؔ الٰہ آبادی، نظمی مارہروی جیسے کئی اہم شعرا بھی ہمارے ناقدین کے تعصب کا شکار ہوئے ہیں۔ آخر کب تک اسلام پسند شاعروں اور ادیبوں سے ہمارے ناقدین گریز کرتے رہیں گے؟ جب کہ فکر و فن، زبان و بیان کی وسعت اور شعریت کے اعتبار سے ان شاعروں اور ادیبوں نے زبان و ادب کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ٹی. ایس. ایلیٹ کے نظریہ کے مطابق ''شاعر کا مقام و مرتبہ فن کے وسیع تناظر میں ہونا چاہیے''۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمارے ناقدین کو اپنے تنقیدی رویّوں میں وسعت لاتے ہوئے نعتیہ ادب پر بھی خامہ فرسائی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک طرح سے زبان و ادب اور لسانیات کی خدمت ہی ہوگی۔

علامہ اخؔتر رضا بریلوی جیسے عظیم نعت گو شاعر کی شعری کائنات پر اپنی طالب علمانہ تبصراتی کاوش کو انہیں کے ایک شعر پر روکتا ہوں ؂

گوش بر آواز ہوں قدسی بھی اُس کے گیت پر
باغِ طیبہ میں جب اخؔتر گنگنائے خیر سے

(ماہ نامہ سنی دنیا، بریلی شریف جلد نمبر ۳۱، شمارہ نمبر ۵، مئی ۲۰۱۱ء، صفحہ ۲۷/۳۱)

''عربی محاورہ ہے کہ زبان و بیان میں تازگی، چمک دمک اور صحت کے لیے گرامر و قواعد کی ضرورت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کھانے میں نمک کا لازمہ...... پکوان کتنا ہی لذیذ اور قیمتی بنا دیا جائے لیکن اگر اس میں نمک نہ ڈالا جائے تو وہ بالکل بے رغبت و بے مزہ ہو جاتا ہے۔ محمد حسین مُشاہدؔ رضوی پیشۂ تدریس سے وابستہ ہیں اور اکثر ان کے مضامین اسی موضوع کا احاطہ کرتے ہیں اس سے قبل ان کی کئی کتابیں اور ایک تحقیقی کتاب 'اردو کی دل چسپ اور غیر معروف صنعتیں' نام سے بھی آچکی ہے۔ زبان کی لذت و شیرینی قائم رہے اس تناظر میں آپ کا مختصر لیکن نہایت کارآمد و مفید کتابچہ ''عملی قواعدِ اردو'' اہلِ علم اور خصوصاً طلبہ کے لیے نہایت مفید ہے جس میں تمام اصطلاحات کو نہایت مختصر مگر جامع طور پر ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔''

**وصیل خان** ،اردو ٹائمز، ممبئی، ۳۰/ جنوری ۲۰۱۱ء اتوار



# مولانا محمد یونس مالیگ......گلستانِ نعت کا شیریں بیاں بلبل

نعت اس بارگاہِ عالی وقار اور عزت نشان کی قصیدہ خوانی اور مدح سرائی کا نام ہے جہاں بارگاہِ ایزدی کے مقرب قدسیانِ کرام اس درجہ ادب و احترام سے حاضر ہوا کرتے ہیں کہ پروں میں آوازہ تک نہیں ہوتا ؂

جہاں آتے ہیں یوں قدسی کہ آہٹ تک نہیں ہوتی
وہی ہے اک مقدس بارگہ محبوبِ داور کی
(مُشاہدؔ رضوی)

نعت جملہ اصناف میں سب سے مشکل صنف ہے۔ تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ بڑھتا ہے تو الوہیت تک پہنچ جاتا ہے گھٹتا ہے تو تنقیصِ شانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جاتی ہے۔ دونوں ہی باتیں شاعر کے دنیوی و اخروی نقصان و خسران کا پیش خیمہ ہیں۔ لہٰذا اس پُر خطر وادی میں سنبھل سنبھل کر حزم و احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے گذرنے کی احتیاج و ضرورت ہے۔ یہاں پائے اسلوب میں شریعت کی بیڑیوں کی کارفرمائی ہے۔ ایوانِ نعت میں ''باادب ...... باملاحظہ'' کی صدائے بازگشت لحہ لحہ گونجتی رہتی ہے نعت گوئی کسبی کم وہبی زیادہ ہے کہ یہ خالص منعمِ حقیقی جل شانہٗ کی عطا سے ملتی ہے۔

مولانا محمد یونس مالیگ علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۲ء) علم و فضل میں کسی سے کم نہ تھے۔ علمی گیرائی و گہرائی کے ساتھ ہی اللہ رب العزت جل شانہٗ نے آپ کو قلبِ گداختہ ودیعت فرمایا تھا۔ آپ امام احمد رضا محدثِ بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کے مسلکِ عشق و عرفان کے پیروکار اور داعی تھے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی اور استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی (م ۱۹۰۸ء) کے کلام بلاغت نظام کے دل داہ و شیدائی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نہاں خانۂ دل میں عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابناک شمع روشن و فروزاں تھی۔ جس نے قلب و روح کو صیقل کر کے آپ کو بھی گلستانِ نعت کا خوش الحان اور شیریں بیان بلبل بنا دیا۔ علمی گیرائی و گہرائی اور عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حسین و جمیل

آمیزش نے آپ کے نعتیہ کلام کو دو آتشہ بنا دیا آپ کا کلام ایک عاشقِ دل گیر کا ترانہ ہے جو حرزِ جاں بنائے جانے کے قابل ہے۔ محاورہ، تراکیبِ لفظی، ایجاز و اختصار، زبان و بیان، مجازِ مرسل، تجانیس، مراعاۃ النظیر، پیکر تراشی، صنائع لفظی و معنوی، سراپا نگاری، اور دیگر شعری و فنی محاسن کی ''جناں بکف'' کے ورق ورق میں ضیا باریاں ہیں اور سطر سطر میں مسلکِ تعظیم و توقیر کی جلوہ ریزیاں ہیں۔ افراط و تفریط اور خیالات کی بے راہ روی سے ''جناں بکف'' یک سر پاک و منزہ ہے۔ غرض یہ کہ ''جناں بکف'' کے حرف حرف میں محبت و الفت کی عطر بیزیاں ہیں اور لفظ لفظ میں احترام و عقیدت کی ضوفشانیاں ہیں۔

''جناں بکف'' سے چیدہ چیدہ اشعار نشانِ خاطر فرمائیں ؎

جب مجسم رحمتِ حق ہو کے آئے مصطفیٰ
ظالم و جابر بھی رحم و عفو کا پیکر ہُوا

ہاں وہی انساں جو تھا حیواں صفت اولادکش
پرتوِ فیضِ نبوت سے مَلک پیکر ہُوا

ہے سایا فگن ابر سا کونین کے سر پر
اے صل علا وسعتِ دامانِ محمد

دشتِ حرم کی یاد ستائے تو کیا کروں
دل کو بہارِ خلد نہ بھائے تو کیا کروں

اپنی پلکوں سے چنوں خارِ بیابانِ عرب
شاہ بلوائیں اگر جودِ کریمانہ کریں

ہجومِ غم کی ہر اک سمت سے چڑھائی ہے
مدد کا وقت ہے یا مصطفیٰ دہائی ہے

''جناں بکف'' میں کہیں کہیں تغزل کا رنگ و آہنگ لطف و سرور کو دوبالا کر دیتا ہے، ایسے مقامات پر مولانا یونس مالیگ کا محتاط قلم غزل کی رنگینیِ بیان کے ہوتے نعت کے تقدس کو مجروح ہونے نہیں دیتا۔ غزلیہ آہنگ میں رنگے نعت کے چند اشعار بہ طورِ نمونہ ؎

وارفتگیِ شوق میں دستِ جنوں مرا
دامن کی دھجیاں ہی اُڑائے تو کیا کروں

سودا ہے سر میں گیسوے خم دارِ یار کا
صحرا نورد عشق بنائے تو کیا کروں

تمہاری یاد دل میں جاگزیں ہو
تو پھر کیا اور کوئی دل نشیں ہو

وہاں ذرے شرارِ طور بن بن کر چمکتے ہیں
تجلی زار ارضِ کوے جاناں ہوتی جاتی ہے

اے بادۂ عرفاں کے ساقی، رہ جائیں نہ ہم تشنہ باقی
صدقے ترے میخانے کے، عطا اک جام ہو جائے

کس مہِ افلاکِ خوبی کا زمیں پر ہے ورود
ذرّہ ذرّہ دہر کا صد غیرتِ اختر ہُوا

گل ہیں خنداں بلبلیں چہکیں شجر پھولے پھلے
اِک وفورِ کیف کا عالم گلستاں پر ہُوا



# مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کی سعادت افروز نعتیہ و سلامیہ شاعری

حضرت علامہ و مولانا محمد سعید اعجازؔ کامٹوی رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر فصیح اللسان، ساحر البیان اور قاریِ خوش الحان جیسے مہتم بالشان القاب کا استحقاق رکھتے تھے۔ آپ اپنے مخصوص، منفرد اور مترنم لب و لہجے میں جب قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے یا حمدِ باریِ تعالیٰ، نعت و سلام اور مناقب گنگناتے تو محفل پر ایک روحانی سماں چھا جاتا اور سامعین کیف و سرور کے عالم میں بے ساختہ جھوم جھوم اُٹھتے تھے۔ آپ کے وعظ و ارشاد کی نورانی و عرفانی مجالس کی روشن و تابناک یادیں اب بھی حاشیۂ ذہن و قلب میں تر و تازہ ہیں، آپ کی غنائیت اور نغمگی سے آراستہ و مزین آواز اب بھی کانوں میں رس گھولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

حضرت مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی اپنے عہد کی ایک ممتاز اور ہر دل عزیز شخصیت کا نام ہے۔ آپ بہ یک وقت کئی خوبیوں اور صفات کا مجموعہ تھے۔ آپ عالم، حافظ، قاری، شاعر، ادیب، خطیب، طبیب، محقق، دانش ور، مدرس، مصلح، مفکر، مدبر، تاجر، سیاح اور ان سب سے بڑھ کر پُرکشش شکل و صورت کے مالک ایک اچھے اور مقبول انسان تھے۔

مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی صاحب کی ان گوناگوں اور متنوع خوبیوں میں سے ایک نمایاں وصف آپ کی شعر گوئی ہے جو اس وقت راقم کی تبصراتی کاوش کا عنوان بننے جا رہی ہے۔ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ زود نویسی اور زود گوئی میں آپ اپنے عہد کے شاعروں میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے یہاں آمد آمد کا وہ چشمۂ جاری رواں دواں رہا کرتا تھا کہ بارہا مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ آپ کے اجلاس اگر ایک دن میں تین مختلف اوقات اور مقامات پر ہیں تو تینوں جگہوں پر آپ نیا نعتیہ کلام اور تازہ ترین سلام پیش فرمایا کرتے تھے۔ افسوس صد افسوس! کہ اب تک آپ کا کوئی وقیع شعری مجموعہ منصۂ شہود پر جگمگا نہیں سکا۔ ہاں! چند نعتوں اور سلام پر مشتمل ایک مختصر سا کتابچہ تقریباً ۸۰ر کی دہائی میں مدرسہ اہل سنت تجوید القرآن واقع دفتر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء شاخ مالیگاؤں کے

زیرِ اہتمام شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ آپ کے متوسلین اور صاحب زادگان کو چاہیے کہ حضرت اعجاز صاحب کے نعتیہ کلام اور سلام و مناقب کو یک جا کر کے منظرِ عام پر لائیں تاکہ عوام و خواص آپ کی شاعرانہ خوبیوں اور کلامِ بلاغت نظام سے لطف اندوز ہو سکیں۔

مولانا سعید اعجاز کامٹوی تا عمر رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے گُن گاتے رہے۔ حتیٰ کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب تاج دارِ مدینہ کانفرنس، ممبئی میں درود و سلام اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوئے ہی آپ کی طبیعت ناساز ہوئی اور آپ اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوئے۔ وصال سے دو روز قبل مالیگاؤں میں اولیا مسجد نہال نگر کے پاس منعقدہ ایک جلسۂ عام میں اپنی مخاطبت کے دوران آپ نے ایک قطعہ سنایا جسے اس مقام پر درج کرنا راقم مناسب خیال کرتا ہے ؎

خدانخواستہ پھر یہ گھڑی ملے نہ ملے ۔۔۔ یہ نیک لمحہ تمہیں پھر کبھی ملے نہ ملے
نبی کی بزم ہے پڑھتے رہو دُرود و سلام ۔۔۔ پھر اس مقام پہ یہ زندگی ملے نہ ملے

کسے خبر تھی کہ اب اہل سنت کا یہ فصیح اللسان اور ساحر البیان خطیب و شاعر اپنے مالکِ حقیقی سے ملنے والا ہے۔ حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے وصال کی خبر سُن کر بار بار یہ مصرعے ذہن و قلب میں گونجتے رہے اور یہ احساس پروان چڑھنے لگا کہ حضرت اعجاز صاحب کامٹوی کو اس امرِ ربی کا کسی نہ کسی درجے میں کشف ہو گیا تھا۔ حضرت اعجاز صاحب کی ذات میں جو عاجزی، انکساری، ملنساری، شفقت و محبت اور خلوص و للّٰہیت تھی وہ اب خال خال ہی نظر آتی ہے۔ مدرسہ اہل سنت تجوید القرآن کے اجلاس میں آپ بارہا تشریف لاتے تھے۔ ناچیز وہیں تعلیم حاصل کرتا تھا جب مَیں نے اعلاحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے کلام کے بعد آپ کا مرقومہ کلام سنایا آپ نے حوصلہ افزائی اور پذیرائی فرماتے ہوئے انعام و اکرام اور دعاؤں سے نوازا۔ اعجاز صاحب کی طرح دیگر باوقار علمائے اہل سنت کی نوازشات کا صدقہ ہے کہ مجھ جیسا بے بضاعت اور کم علم دین کی خدمت کے لائق بن سکا۔

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی نے اپنے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا وسیلہ نعت گوئی کو بنایا اور میدانِ شعر و ادب میں فکر و فن کے وہ اجلے اور روشن نقوش ثبت فرمائے کہ دل سے بے ساختہ سبحان اللہ! کی داد نکلتی ہے۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری کے ذریعہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے مسلکِ حق و صداقت اور پیغامِ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے استحکام اور فروغ و ارتقا کا کام بھی



لیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وصال سے چند روز قبل مالیگاؤں میں اولیا مسجد کے پاس ایک جلسۂ عام میں آپ نے اپنے مخصوص لب و لہجہ میں ایک خوب صورت اور دل کش نعت پیش کی جس کا ایک شعر یوں تھا کہ ؎

مسلکِ حق کے تحفظ کی ضمانت ہے یہ نام
اس لیے دوستو! مَیں نامِ رضا لیتا ہوں

اسی طرح ایک قطعہ بھی ارشاد فرمایا جس میں مرکزِ اہل سنت بریلی شریف کا بڑی عقیدت و محبت سے ذکر کیا گیا ہے ؎

چراغِ عقیدت جلا کے تو دیکھو ۔۔۔ اُجالے کی دنیا میں آکے تو دیکھو
یہیں سے مدینہ نظر آئے گا ۔۔۔ بریلی کا سرمہ لگا کے تو دیکھو

متذکرۂ بالا شعر اور قطعہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اخیر عمر تک مسلکِ اعلاحضرت اور مرکزِ اہل سنت بریلی شریف سے اپنی گہری قلبی و فکری وابستگی کا برملا اظہار بھی کیا ہے جو لائقِ تحسین و آفرین ہے۔

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی کے نعتیہ کلام کی عدم دست یابی کے سبب محض چند نعتوں اور سلام پر مشتمل پیشِ نظر مجموعہ اور حافظ محمد شاہد کاملی (خطیب و امام اولیا مسجد نہال نگر، مالیگاؤں) اور حافظ محمد شاہد رضوی ابن قاری محمد سعید نوری (امام حاجی دوست محمد مسجد، مالیگاؤں) کے ذریعہ موصولہ چند کلام کو سامنے رکھ کر مولانا سعید اعجاز کامٹوی کی سعادت افروز نعتیہ و سلامیہ شاعری پر یہ مختصر سا مضمون سپردِ قرطاس کر رہا ہوں وگرنہ آپ کی وسیع تر شعری کائنات طویل ترین تبصرے کی متقاضی ہے۔

مولانا سعید اعجاز کامٹوی کی شاعری عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا دل کش اور دل نشین طرزِ اظہار اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو قلب و نظر کو صیقل و مجلّا کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جذبات و خیالات اور محسوسات کی جو بلندی، شگفتگی اور پاکیزگی آپ کے کلام کی زیریں رَو میں پنہاں ہے وہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں آپ کے مخلصانہ اور مومنانہ رویّوں کی غمازی کرتی ہیں، چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں ؎

کون کہتا ہے کہ مرقد میں اندھیرا ہوگا ۔۔۔ وہ جو ہوں گے تو اُجالا ہی اُجالا ہوگا
صدر اس کے مرے سرکارِ دوعالم ہوں گے ۔۔۔ اُن کے دیوانوں کا محشر میں بھی جلسہ ہوگا

غمِ دوراں کی کڑی دھوپ سے بچنے کے لیے — سایۂ گیسوے سرکار میں آلوں تو چلوں
مرے ذوقِ نظر پر ہوگئی رحمت محمد کی — مدینہ دور ہے آنکھوں میں ہے صورت محمد کی
جہاں ہوتی ہے انساں کو ندامت اپنے عصیاں پر — اسی منزل کا شاید نام ہے رحمت محمد کی

میرا دل بے نیازِ صلہ ہے ، دل میں کوئی تمنا نہیں ہے
جب سے دیکھا ہے باغِ مدینہ، سر میں جنت کا سودا نہیں ہے

سعید اعجازؔ کامٹوی صاحب نے اپنے شعروں میں لفظ وبیان، جذبہ وتخیل اور فکر وفن کے جو جادو جگائے ہیں وہ اسلوبیاتی لحاظ سے بھی بڑی عمدگی اور نفاست کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ انوکھی لفظیات کے انسلاکات، تراکیب اور پیکرات کا فن کارانہ استعمال آپ کی قادرالکلامی کو عیاں کرتے ہوئے آپ کے ایک صاحبِ فکر ونظر اور لب ولہجے کے شاعر ہونے کا اشاریہ بھی ہیں۔ علم وفن کی گہرائی وگیرائی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وسچائی سے مملو آپ کے نعتیہ اشعار میں جو دل آویز کیفیتیں پیدا ہوگئی ہیں وہ متاثر کن ہیں۔ خیال آفرینی اور مضمون آفرینی کی سطح پر بھی آپ کی شاعری ندرتِ اظہار اور جدتِ ادا کے جواہر پارے اپنے اندر سموئے ہوئے فصاحت وبلاغت کا دل کش مجموعہ بن گئی ہے۔

ہیں محوِ خرام آقا اب میرے تصور میں — اے عمرِ رواں میری للہ ٹھہر جانا
بس عشقِ محمد کے شانے کی ضرورت ہے — مشکل نہیں گیسوے دوراں کا سنور جانا
محفلِ نور شبِ غم میں سجا لیتا ہوں — دل کی آواز سے آواز ملا لیتا ہوں
صبح کے وقت بہ فیضانِ نسیمِ طیبہ — اپنے سرکار کے دامن کی ہَوا لیتا ہوں
شبِ غم نیند بھی آئی تو اِس امید پر آئی — کہ شاید خواب ہی میں دیکھ لوں صورت محمد کی

معجزانہ کرم کے تصدق ، آپ کی ہر عنایت پہ قرباں
سر پہ امت کا سایا ہے لیکن ، جسمِ انور کا سایا نہیں ہے

روحِ پیغامِ سرورِ عالم — عین میم اور لام کیا کہیے
جامِ کوثر کی آرزو نہ رہی — ان کی نظروں کا جام کیا کہیے
ان کے رندوں کے نام آتا ہے — زاہدوں کا سلام کیا کہیے
حالِ اعجازؔ سے ہیں وہ واقف — پھر کسی سے پیام کیا کہیے

مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کی شاعری کی خصوصیات میں سے ایک قابلِ لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ



آپ نے اردو زبان، محاورات اور روزمرہ کے استعمال کے ساتھ عربی ، فارسی اور پوربی بولی کے انسلاکات سے اپنے کلام کو متنوع رچاؤ کا آئینہ دار بنادیا ہے۔ کئی نعتیں تو مکمل پوربی بولی میں ہیں اور بعض نعتوں میں اردو اور فارسی لفظیات کے ساتھ پوربی بولی کی ادیبانہ آمیزش کی ہے، جو آپ کے پیرایۂ زبان وبیان کی ایک مخصوص لَے ہے۔ جاننا چاہیے کہ آپ نے جن بحروں کا انتخاب کیا ہے وہ اپنے اندر بلا کی نغمگی، غنائیت اور موسیقیت لیے ہوئے ہیں۔ آپ جب خود اپنے نعتیہ کلام کو مخصوص طرزِ ادا اور مترنم آہنگ کے ساتھ سناتے تھے تو مجمع پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی لوگ دیر تک آپ کی متاثر کن ترنم ریزی کے سبب جھومتے رہا کرتے تھے۔ زبان وبیان کے متنوع رچاؤ اور پوربی بولی کے چند اشعار نشان خاطر فرمائیں۔

جانے کیا بات ہے گل زار بہت مہکت ہے — پھول کا کیا کہوں ہر خار بہت مہکت ہے
تمہرا دیس تو سرکار سمندر وہی پار — پر یہؤ پار بھی وہؤ پار بہت مہکت ہے
ہائے سدھ بدھ نہ رہی ساری فکر بھول گیوں — اپنا گھر بھول گیوں اپنا نگر بھول گیوں
موری ای بھول پہ یادَن بھی نچھاور اعجازؔ — آیوں طیبہ میں تو نکلے کی ڈگر بھول گیوں

مورکھ ہے حیاتِ آقا میں کچھ شک جو کوئی دکھلاوت ہے
تیرہ سو برس کے بعد بھی اُو امت پہ کرم فرماوت ہے
سرکار میں تم کا مان گیوں ، مختار کا مطلب جان گیوں
ای چاند اُدھر جھک جاوت ہے جَے ہَے پور اشارا پاوت ہے

..................

مدت سے یہ دل ہے بے تابِ ہجراں، بے تابِ ہجراں
سنسان دن ہے تو راتیں ہیں ویراں، راتیں ہیں ویراں
ایک ایک لمحہ ہے محشر بداماں ، محشر بداماں
کیسے کٹے جیون کی لمبی ڈگریا — تم بن اے آمنہ کے لال
چرخِ نبوت کے تم ماہِ اختر ، تم ماہِ اختر
تم سے ہی چمکے ہیں مانندِ اختر ، مانندِ اختر
صدیق و فاروق و عثمان و حیدر ، عثمان و حیدر
چاروں رکھیں پلکن پہ تمہرا چرنوا — پائن عروج و کمال

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا اہلِ عقیدت ومحبت کا شیوہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خود اللہ جل شانہٗ اوراس کے مقرب فرشتوں کا بھی یہ معمول ہے، چناں چہ ارشادِ پاک ہے: بے شک اللہ اوراس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر تواے ایمان والو! تم بھی دُرود بھیجو اور خوب سلام (سورہ احزاب)۔

اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو جملہ اعمال میں دُرودِ پاک کی فضیلت اوراہمیت ایمان وعقیدے کی سلامتی کے ساتھ اولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب تک نعت نگار شاعر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ سلام پیش نہیں کرے گا وہ میرے نزدیک ناقص نعت گو شاعر کہلائے گا۔

اعلاحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تو آفاقی شہرت اور مقبولیت کا حامل ہے۔ بیش تر شعرائے گرامی نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ سلام نچھاور کرتے ہوئے اپنی عقیدت مندی اور سعادت مندی کا ثبوت دیا اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو صیقل کیا ہے۔ مولانا سعید اعجاز کامٹوی کا یہ انفرادی اور توصیفی پہلو ہے کہ آپ نے مختلف ہیئتوں اور ٹیکنک کا استعمال کرتے ہوئے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عظمت نشان میں صلاۃ وسلام کا تحفۂ خلوص ومحبت لٹایا ہے۔ عقیدے اور عقیدت کی خوب صورت پرچھائیوں کے جلو میں فکروفن کے جو دل کش نقوش صنفِ سلام میں آپ نے اُبھارے ہیں ان سے بھی آپ کی شاعرانہ صلاحیتیں نکھر نکھر کر سامنے آئی ہیں۔

صنفِ سلام سے آپ کا والہانہ اور فطری لگاؤ قابلِ تحسین تھا۔ میرا بارہا مُشاہدہ رہا ہے کہ آپ ہر اجلاس میں ایک نیا سلام لے کر حاضر ہوا کرتے اور اپنی بھرپور مترنم آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی زنبیلِ شاعری میں ایسے نہ جانے کتنے سلام جگمگ جگمگ کر رہے ہوں گے اس کا حتمی علم نہیں۔ حضرت کے معتقدین کو چاہیے کہ آپ کے کلام کی اشاعت کی کوئی نہ کوئی ترکیب ضرور پیدا کریں۔ سعید اعجاز کامٹوی کے مرقومہ مختلف سلام سے بہ طورِ نمونہ ذیل میں کچھ بند خاطر نشین فرمائیں ؎



اے حبیبِ احمدِ مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے
جو وفا کی راہ میں کھو گیا اُسی گم شدہ کا سلام لے
اے حبیبِ احمدِ مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے
ترے آستاں کی تلاش میں ، تری جستجو کے خیال میں
اے شہ زمن ، دل و جانِ من ، اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
جو لٹا چکا ہے متاعِ دل ، اُسی بے نوا سلام لے
اے حبیبِ احمدِ مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے

..................

الصلاۃ والسلام اے نبی اقصیٰ مقام
السلام
رہبرِ اعظم نورِ مجسم آپ کا عالم ، کیا کہیے کیا کہیے
قامتِ زیبا ، روئے مصفّا حُسن میں یکتا کیا کہیے کیا کہیے
آپ کا جلوہ جلوۂ حق باطل کا چہرہ ہے فق
رحمتِ یزداں ، زیست کے عنواں ، درد کے درماں
اک نگاہِ فیضِ عام ، لیجیے سب کا سلام السلام
الصلاۃ والسلام اے نبی اقصیٰ مقام
السلام

..................

ہے سارے غلاموں کی یہ صدا السلامُ علیک رسول اللہ
ہم پر ہو نگاہِ لطف و عطا السلامُ علیک رسول اللہ
اے آمنہ بی بی کے دل بر ، یانبی یا رسول
اے سارے غلاموں کے سرور ، یانبی یا رسول
اے جملہ رسولوں سے برتر ، یانبی یا رسول
معراج میں تھے مہمانِ خدا السلامُ علیک رسول اللہ

..................

صلِ علا سیدنا خیرالانام
میرے نبی پر ہو لا کھوں سلام

لطف و کرم کی آس لگی ہے — دھوپ ہے غم کی پیاس لگی ہے
بہرِ خدا اب ہو عطا کوثر کا جام — میرے نبی پر ہو لاکھوں سلام
صلِ علا سیدنا خیرالانام
میرے نبی پر ہو لا کھوں سلام

..................

اے عرَبی ہاشمی آپ پہ لاکھوں سلام — آپ سے بگڑی بنی آپ پہ لاکھوں سلام
آپ ہی ذات پر آپ ہی کے نام پر — ختم ہوئی پیغمبری آپ پہ لاکھوں سلام
اے عرَبی ہاشمی آپ پہ لاکھوں سلام

..................

اے شہِ انام لیجیے سلام — عرض ہے سلام لیجیے سلام
وہ آدم و مسیح ہوں یا ذبیح ہوں یا خلیل ہوں
کلیمِ حق طراز ہوں کہ یوسفِ جمیل ہوں
وہ عالمِ ملائکہ کے صدر جبرئیل ہوں
سب کے آپ امام ، لیجیے سلام
اے شہِ انام لیجیے سلام — عرض ہے سلام لیجیے سلام
حضور اپنے گھر کی زندگی کا صدقہ دیجیے
حضور اپنے در کی روشنی کا صدقہ دیجیے
حسن حسین و فاطمہ علی کا صدقہ دیجیے
سب ہوں شاد کام ، لیجیے سلام
اے شہِ انام لیجیے سلام — عرض ہے سلام لیجیے سلام

..................

مصطفیٰ مجتبیٰ پہ کروروں سلام — سرورِ انبیا پہ کروروں سلام
چاند ٹکڑے ہوا ، سورج اُلٹے پھرا — قدرتِ مصطفیٰ پہ کروروں سلام
اس سے روشن ازل ، اس سے روشن ابد — شمعِ غارِ حرا پہ کروروں سلام

..................



آپ کا کہنا ہی کیا آپ ہیں خیرالانام — آپ پہ لاکھوں دُرود آپ پہ لاکھوں سلام
آپ شہِ مشرقین آپ شہِ مغربین
فاتحِ بدر و حنین جدِ امامِ حسین
آمنہ کے نورِ عین ، قلبِ غریباں کے چین
تاجِ شہی آپ کے قدموں کی ٹھوکر کا نام — آپ پہ لاکھوں دُرود آپ پہ لاکھوں سلام
ہستیِ قطرہ کہاں ، وسعتِ دریا کہاں
فرش کا ذرّہ کہاں ، عرش کا تارا کہاں
میرا نصیبہ کہاں ، آپ کا روضہ کہاں
آپ کی جالی کے پاس آپ کا ادنا غلام — آپ پہ لاکھوں دُرود آپ پہ لاکھوں سلام

نعت وسلام کے علاوہ سعید اعجاز صاحب نے مناجات ودعا اور مناقب بھی قلم بند فرمائے ہیں آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے مختلف اجلاس میں مَیں نے بیش تر مناقب سماعت کی ہیں۔آپ کی مرقومہ مناقب میں آپ نے اپنے اسلافِ کرام سے والہانہ محبت والفت کا اظہار و ابلاغ شاعرانہ نزاکتوں اور عقیدت مندانہ لطافتوں کے ساتھ کیا ہے، جن سے آپ کی اپنے بزرگوں کے تئیں مخلصانہ شیفتگی اور وارفتگی ظاہر ہوتی ہے۔آپ کے خامۂ مشک بار سے نکلی ہوئی ایک مناجات تو شہرت ومقبولیت کے افق پر پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔اللہ جل شانہٗ کی بزرگی اور مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا صدقہ طلب کرتے ہوئے بارگاہِ رب العزت میں استغاثہ وفریاد کا یہ انداز آپ کی خوش عقیدگی کا مظہر ہے۔اعجاز صاحب کی مقبولِ خاص وعام مناجات ذیل میں ملاحظہ ہو۔

یاخدا صدقہ کبریائی کا — صدقہ اُس نورِ مصطفائی کا
سیدھا رستہ چلائیو ہم کو — پیچ و خم سے بچائیو ہم کو
مرتے دم غیب سے مدد کیجو — ساتھ ایمان کے اُٹھا لیجو
جب دمِ واپسیں ہو یااللہ — لب پہ ہو لااِلٰہ الا اللہ

حضرت مولانا سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ کو سچا خراجِ عقیدت یہ ہوگا کہ ان کے متوسلین، معتقدین، منتسبین اور صاحب زادگان ان کے منتشر کلام کو یک جا کر کے منصۂ شہود پر جلوہ گر کر دیں اُن کے اس امر سے حضرت اعجاز صاحب کی روح کو یقیناً خوشی حاصل ہوگی۔

۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۸ر جولائی ۲۰۱۱ء بروز پیر بعد نمازِ ظہر 2:32

# علامہ قمرالزماں اعظمی کی نعت گوئی

مفکرِ اسلام علامہ قمرالزماں خاں اعظمی دام ظلہ العالی دنیائے اسلام کے فعال اور متحرک مبلغ و داعی ہیں۔جنہیں اپنے کردار وعمل، علم و یقین، تدبر وتفکر، تقویٰ وطہارت، سادگی ومتانت، تواضع و انکساری، بصیرت وبصارت، حسنِ گفتار اور دل کش ودل آویز طرزِ خطابت کے سبب پوری دنیا میں ہر دل عزیز اور مقبول ومحبوب ہستیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔آپ کی علمی، تبلیغی، اصلاحی خدمات اور ادبی قدر ومنزلت سے انکار ممکن نہیں۔موصوف نے برطانیہ کی سرزمین پر اسلامی تعلیمات کو جس مستحکم انداز میں روشناس کرانے کی سعیِ بلیغ فرمائی ہے اور جس خوب صورتی سے تبلیغِ دین کا کام انجام دے رہے ہیں وہ ہر اعتبار سے لائقِ ستایش اور قابلِ تقلید ہے۔

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کا تعلق ہندوستان کے تاریخی شہر اعظم گڑھ سے ہے؛ جو علمی و ادبی اعتبار سے بڑا زرخیز ہے یہاں کی مٹی میں یہ خصوصیات رچی بسی ہیں کہ ہر زمانے میں اس دھرتی میں دین وملت کی قابلِ احترام شخصیات نے جنم لیا ہے۔علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب قبلہ ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ خالص پور میں ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۶ء کو پیدا ہوئے ۔ والدین نے مکمل اسلامی طرز پر تربیت کا فریضۂ خیر انجام دیا۔ابتدائی تعلیم کے بعد اعلا تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حاصل کی۔جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی فیض بخش آغوشِ تربیت میں رہ کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔شہزادۂ اعلا حضرت حضور مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہ الرحمہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔اور فیضانِ عزیزی ونوری کے زیرِ سایا آپ نے اپنا رہوارِ فکر تبلیغِ دین، تزکیۂ نفس اور طہارتِ قلبی کی طرف موڑا؛ اپنے مواعظِ حسنہ اور ملفوظاتِ عظیمہ کے ذریعہ پوری دنیا میں آپ بے پناہ مقبول ہیں۔علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کی ذات گوناگوں خصوصیات کا عطر مجموعہ ہے۔آپ صاحبِ قلم بھی ہیں اور شعلہ بیان مقرر بھی۔ مفکر ومدبر بھی اور بافیض معلم وادیب بھی۔ساتھ ہی ساتھ بلند پایہ شاعر بھی............

آپ کی شاعری کا مجموعہ ''خیابانِ مدحت'' کے نام سے مکتبۂ طیبہ، سنی دعوتِ اسلامی ممبئی کے



زیرِ اہتمام ۲۰۰۷ء میں طبع ہوکر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوچکا ہے۔اس مجموعۂ کلام میں حمد ومناجات، نعت و سلام اور مناقب ومنظومات شامل ہیں۔۱۰۴ رصفحات پر مشتمل یہ مجموعۂ کلام علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کی وارداتِ قلبی کا اظہاریہ ہے۔اس میں شامل کلام میں شعر کی تینوں خصوصیات سادگی، اصلیت اور جوش بہ درجۂ اتم موجود ہیں۔جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شاعرِ محترم کی فکر ونظر میں وسعت اور بانکپن ہے، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار و بیان کے لیے اپنی شاعری کو محض عقیدت ومحبت کا آئینہ دار نہیں بنایا ہے بل کہ آپ کے کلام میں شعری وفنی محاسن کی تہ داریت ہے جو کہ بڑی پُرکشش اور دل آویز ہے۔آپ کے شعروں میں داخلیت کا حسن اور خارجیت کا پھیلاو دونوں موجود ہے۔لفظیات میں تنوع اور بلا کی گہرائی وگیرائی ہے، آپ کا سلیقۂ بیان عمدہ اور دل نشین ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لیتا ہوا نظر آتا ہے۔عقیدت ومحبت کے ساتھ شعریت اور فنی محاسن کی سطح پر بھی آپ کے کلام میں ایک سچی اور باکمال شاعری کی جو خوب صورت پرچھائیاں ابھرتی ہیں وہ متاثر کن اور بصیرت نواز ہیں۔''خیابانِ مدحت'' سے چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں۔

میں اڑ کے آؤں طوافِ حرم ناز کروں ۔۔۔ بہ نامِ اذن ملیں مجھ کو بال و پر آقا

تمہارے حسن کی خیرات مل گئی ورنہ ۔۔۔ وجودِ ذرّہ کہاں اور آفتاب کہاں

قدم رنجہ جو فرمائیں تو گلشن میں بہار آئے ۔۔۔ اگائے ہیں شجر امید کے مژگاں کی شبنم سے

تمہارے در سے نہ ملتی یقین کی دولت ۔۔۔ گماں کے دشت میں پھرتا میں بے خبر تنہا

عروجِ آدمیت جن کی تعلیمات کا حاصل ۔۔۔ ہے وجہِ افتخارِ دائمی اس در کی دربانی

یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ عشقِ رسول ﷺ ایمان کی شرطِ اولین بل کہ جانِ ایمان ہے؛ اور نعت گوئی اسی عشق کا اظہاریہ ہے اور یہ اظہاریہ جتنا زیادہ پُرخلوص اور والہیت سے پُر ہوگا اتنا ہی اثر پذیر اور متاثر کن ہوگا۔لیکن یہ بھی شرط ہے کہ نعت گوئی میں عشقِ رسول ﷺ کے اظہار وابلاغ کے لیے صداقت وسچائی اور حزم واحتیاط کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوٹنے دیا جائے۔من گھڑت اور موضوع روایتوں، بے باکانہ اندازِ بیان، غیر محتاط رویوں اور خیالات کی بے راہ روی کا اس میں ذرا بھی دخل ہوگیا تو یہ شاعر کے لیے باعثِ نقصان ہے۔''خیابانِ مدحت'' کے مطالعہ کے بعد یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کے یہاں نعت گوئی کی جملہ شرطیں بہ درجۂ احسن پائی جاتی ہیں، آپ نے جو کہا ہے، وہی آپ کا روز وشب ہے۔آپ نے شاعرانہ حسن کے لیے لفظ و

بیان کے جادو نہیں جگائے ہیں بل کہ ان کا حال اور قال دونوں یک ساں ہے۔آپ کی شاعرانہ ریاضتیں اور فنی مشقتیں سلامِ عقیدت پیش کرنے کی متقاضی ہیں۔''خیابانِ مدحت'' کی شاعری دماغ کی شاعری نہیں بل کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی صداے محبت معلوم ہوتی ہے جو دلوں میں سوز وساز، روح میں کیف وسرور اور فکر میں بالیدگی وتازگی پیدا کرتی ہے۔شاعرانہ لطافتوں اور فنی دل آویزیوں سے آراستہ و مزین ''خیابانِ مدحت'' کے یہ اشعار دیکھیں ۔

چشمِ محروم تماشا ہے مگر دل میں ہیں آپ
محفلِ زیست میں غائب بھی ہیں موجود بھی ہیں

وہ بلا جہت تھا معاینہ بلا کیف وکم تھا مشاہدہ
وہ تعینات سے بھی پرے ہر اک امتحاں سے گذر گئے

بخشا ہے تیرے درد نے اک کیفِ سروری
لذت کشید کرتے ہیں سوزِ نہاں سے ہم

جو پتھروں کو شعور بخشے جو سنگ ریزوں کو نور بخشے
جو تپتے صحراؤں کو بھی گلشن بنا رہا ہے مرا نبی ہے

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کا دل ہر لحہ امتِ مسلمہ کی روبہ زوال عظمتوں اور رفعتوں پر تڑپتا رہتا ہے۔آپ کا یہ والہانہ سوزِ دروں اور دردِ جگر خطبات ومواعظ سے تو جھلکتا ہی ہے ساتھ ہی آپ کے اشعار کی زیریں رَو میں بھی آپ کا یہ احساس پنہاں نظر آتا ہے۔آپ کی نعتوں میں عصری حسیت نمایاں ہے جو اپنے جلو میں کچھ ایسے تجربات اور حقائق لیے ہوئے ہے جن سے صرفِ نظر کرنا بیدار مغز ناقدین کے لیے ممکن نہیں۔انقلابِ امت اور اصلاحِ معاشرہ کی سچی تڑپ اور لگن سے مملو آپ کا کلام براہِ راست درِ دل پر دستک دیتا ہے۔آپ نے امتِ مسلمہ کی ناگفتہ بہ صورتِ حال پر گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنا دردِ دل بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا ہے۔استغاثہ وفریاد میں جو کربیہ آہنگ ہے وہ ہمیں بھی ایک عجیب کسک سے ہم کنار کرتا ہے۔علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب نے ایسے موقع پر بھی زبان وبیان میں شگفتگی اور نغمگی پیدا کردی ہے جو لائقِ تحسین وآفرین ہے۔

ہے تار تار قباے شرافتِ انساں
کرم کہ آج مصیبت میں ابنِ آدم ہے

وہ نینوا کی زمیں ہو کہ ساحتِ اقصیٰ
امیدوارِ کرم از رسولِ اکرم ہے

ہمارے اپنے طرزِ زندگی پر کفر خنداں ہے
مرے ہادی مسلماں کو شعورِ زندگی دیدیں

مسلماں منتشر ہے متحد ہے کفر کی دنیا
شہا مسلم کو ربط و اتحادِ باہمی دیدیں

کاش! امت کی قیادت کریں اب ایسے لوگ
آستینوں میں ہوں جن کے یدِ بیضا پنہاں

وہ نظر باعثِ تبدیلیِ قبلہ جو ہوئی
پھر اٹھا دیں کہ بدل جائے نظامِ دوراں



علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کی شاعری کا ایک توصیفی پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے مشکل زمینوں، قافیوں اور ردیفوں کو شاعرانہ مہارت اور ادیبانہ چابک دستی کے ساتھ نبھایا ہے۔صنائع وبدائع، تشبیہات واستعارات، محاورات وضرب الامثال، پیکرات اور تراکیب کے گل بوٹے کھلائے ہیں۔ آپ کے اسلوبیاتی اور لسانی حسن میں عربیت اور فارسیت کا گہرا رچاؤ چار چاند لگا دیتا ہے،مشکل ردیفوں میں لکھی گئی چند نعتوں کے مطلعے خاطر نشین ہوں ۔

آپ حامد بھی ہیں حماد بھی محمود بھی ہیں
آپ شاہد بھی شہادت بھی ہیں مشہود بھی ہیں

حضور آپ کے در سے جو اشک بار چلے
سند نجات کی لے کر گناہ گار چلے

تمہارا عالمِ ایجاد میں جواب کہاں
یہ مہر و ماہ کہاں حسنِ لاجواب کہاں

ہر ایک بزم میں بے مثل و لاجواب ہوا
جو بارگاہِ رسالت سے فیض یاب ہوا

یہ میری آبلہ پائی یہ رہِ گذر تنہا
سہارا دے گی مجھے آپ کی نظر تنہا

میرے افکار ہوں محرومِ ضیا ناممکن
وہ سکھائیں نہ مجھے طرزِ ادا ناممکن

کہا جاتا ہے کہ بلیغ اور وسیع مفہوم کے اظہار میں ترکیبیں اہم رول ادا کرتی ہیں۔علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کی لفظیات میں تراکیب اور اضافتوں کا جو دل کش انداز ہے وہ آپ کی شاعری کو محض عقیدت ومحبت کے اظہار کا وسیلہ نہیں بل کہ ایک ستھری اور شفاف لب ولہجہ کی حامل اور زبان و بیان کے نئے اور اچھوتے برتاو کا اشاریہ بھی بناتی ہے۔''خیابانِ مدحت''میں نت نئی اور عمدہ تراکیب کی جو فصلِ بہاری لہلہا رہی ہے اگر اس کا تجزیاتی محاکمہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات پُر کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے''خیابانِ مدحت'' کے براہِ راست مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے۔

جبینِ عشق کے تابندہ گوہر
بساطِ زیست کے شہ کارِ اعظم
وہ نقشِ اولیں کلکِ قدرت
نبوت اور رسالت کے وہ خاتم
غبارِ راہِ اقدس غازۂ روے تمدن ہے
غسالہ جن کے قدموں کا ہے آبِ روے انسانی

آپ کی جلوہ گری صبحِ سعیدِ انساں
آپ شہ کارِ خدا مطلعِ انوار ہیں آپ
صادق الوعد الامیں ہے ان کی ذات
نازشِ صدق و امانت ہیں حضور
صد کہکشاں غبارِ خرامِ رسول ہیں
سیاحِ لامکاں تو تنہا حضور ہیں
خسروے بزمِ قدسیاں نازش وفخرِ محرماں
آپ کی ذاتِ پاک ہے محرمِ رازِ کائنات
عالمِ قدس کے مکیں بزمِ وفا کے نازنیں
مفتخرِ زمانہ ہے آپ کی ذاتِ پُر صفات

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کوخراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہوکر آپ کی نعت گوئی پر یہ چند سطریں لکھ کر میں دلی مسرت محسوس کررہا ہوں۔ دعا ہے کہ رب عزوجل رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ کے سایۂ علمی کو تادیر سلامت رکھے (آمین بجاہِ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم)............

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ/ ۵ مارچ ۲۰۱۱ء بروز سنیچر (مشمولہ: تجلیاتِ قمر: ۲۰۱۱ء، مطبوعہ ممبئی ص)

''محترم ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی مالیگانوی نسلِ نو سے تعلق رکھنے والے تازہ کار شاعر ہیں۔ جن کی تقدیسی شاعری بھی محض کلاسیکی نہیں کہی جاسکتی؛ بل کہ نُدرتِ فکر کے ساتھ اظہارِ خیال اور ترسیلِ معانی کا جو اچھوتا پن ان کے یہاں دیکھنے کو ملتا ہے وہ مُشاہدؔ رضوی کے شعری امتیاز کو مستحکم کرتا نظر آتا ہے۔ مُشاہدؔ رضوی ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار وفروغ جس کا وطیرہ رہا ہے۔ اس لیے مذہبیات کے شبنمی قطرے ان کی شعری کائنات پر چھائے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری خالص اسلامی طرز وادا کے ساتھ شروع کی اور اب تک شاعری کا تقدس پامال نہیں ہونے دیا۔

مُشاہدؔ رضوی کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے عشقِ رسول ﷺ، فنِ نعت سے والہانہ وابستگی اور سچے نعت گو شعرا سے بے پناہ وارفتگی کی وجہ سے انھیں نعت گو شاعر بنادیا ہے اور انھوں نے عطاے الٰہی کا سہارا لے کر اپنا قلم خالص نعتیہ شاعری کے لیے وقف کررکھا ہے۔

توفیق احسنؔ مصباحی، ممبئی



# الطافؔ سلطانپوری کی نعت گوئی اصلاحی اور پیغاماتی ہے

مری خاک کے بطن میں سو رہے ہیں
نامعلوم چرخ اور افلاک کتنے
کئی وارثانِ کلیمِ پیمبر
کلہ دار و آئین و فتراک کتنے

(بدرالقادری مصباحی)

سرزمینِ مالیگاوں گہوارۂ علم وادب ہے۔ یہاں علم وفن اور شعر وسخن کی بہت سی نابغۂ روزگار ہستیوں نے جنم لیا ہے اور بعض علاقۂ اودھ وروہیل کھنڈ وغیرہ سے ہجرت کرکے مالیگاوں آئے اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار کرکے تاعمر علم وفن اور شعر وادب کی خدمت کرتے رہے، اور اب اسی سرزمین پر آرام فرمارہے ہیں۔ ان حضرات میں شاعرِ اسلام مداحِ رسول مرحوم الطافؔ انصاری سلطان پوری ثم مالیگانوی کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ آپ کی ولادت ۱۹۲۸ء میں ہوئی، اصل نام عبدالرزاق ہے، مگر آپ کا تخلص ''الطاف'' اس قدر مشہور ہوا کہ آپ کے اصل نام سے شاید و باید ہی کوئی واقف ہو۔ تعلیم وتربیت کی تکمیل کے بعد فوج میں ملازمت اختیار کی۔ ناسازگار حالات کے سبب وطنِ مالوف سے مالیگاوں تشریف لائے اور اب یہیں آپ کا مدفن ہے۔

الطافؔ انصاری سلطان پوری علم وفن اور شعر وادب کی اک ایسی متحرک اور فعال شخصیت کا نام ہے جس نے شاعری کی کئی اصناف؛ غزل، نظم، ہزل، مرثیہ، قصیدہ، رباعی، قطعہ، نعت، منقبت، سلام وغیرہ میں طبع آزمائی فرمائی۔ لیکن ان میں نعت گوئی کا وصف سب سے ممتاز ونمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے تادمِ زیست اپنے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیہ نغمات زیبِ قرطاس کیا، ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زبان وقلم اور فکر ونظر کا محور ومرکز بناتے ہوئے اپنے جذباتِ عشق ومحبت کا اظہار کرتے رہے۔ آپ یقیناً ایک خوش عقیدہ عاشقِ

رسول (ﷺ) تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور تعظیم و توقیر کے جذبات و احساسات میں آپ کی والہانہ وارفتگی اور فداکارانہ سرمستی کو دیکھتے ہوئے دنیاے اردو ادب نے آپ کو ''شاعرِ اسلام'' اور ''مدّاحِ رسول'' جیسے معتبر القاب و اعزاز سے سرفراز کیا۔ آپ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شان میں جو نعتیہ نغمات پیش کیے ہیں اُن کی صحیح تعداد کا تعین ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیوں کہ آپ نے ایک جگہ بہ طورِ تحدیثِ نعمت یوں اظہارِ خیال فرمایا ہے کہ ؎

میں بھر چکا ہوں اے الطافؔ نعتِ سرور سے
بہ فضلِ کبریا اب تک ہزارہا کاغذ

متذکرہ بالا شعر اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ آپ نے ہزاروں کاغذ نعتِ پاک سے مزین و آراستہ کیا ہے؛ اب یہ الگ بات ہے کہ وہ تمام کے تمام شہ پارے محفوظ ہیں یا نہیں؟

اس وقت میرے پیشِ نظر الطافؔ انصاری سلطان پوری کا اوّلین نعتیہ دیوان ''رَوْدِ بخشش'' ہے۔ جو آپ کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ وارفتگی، پُرخلوص عقیدت و محبت اور باہوش ادب و احترام کے ساتھ ساتھ آپ کے شاعرانہ اوجِ کمال، فنی باریکیوں سے گہری واقفیت اور زبان و بیان پر عالمانہ و فاضلانہ دست رس پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کا کلام پڑھتے وقت ایک سچے مومن اور عاشقِ صادق کے دلی جذبات و محسوسات کا پاکیزہ عکسِ جمیل اُبھر کر قارئین کو شگفتگی اور شادابگی سے ہم کنار کرتا ہے؛ چند اشعار خاطر نشین ہوں ؎

ہم تو ہیں گرویدۂ نورِ مجسّم آج بھی
تیرگی سے ہم کو نسبت ہے نہ ظلمت سے غرض

بعد از خدا ہیں لائقِ توصیف آپ ہی
مدحت سرا ہے آپ کا، قرآں شہِ حجاز

ہم ایسے غلاموں کا ایماں ہے اس پر
کہ جنت سے افضل ہے کوئے محمّد

آپ کو بخشی خدا نے دو جہاں کی رہ بری
آپ ایسے رہ نُما ہیں تاج دارِ کائنات

اپنی ضَو سے مہ و خورشید کو شرمائے ہے
تپ کے سوزِ غمِ احمد میں نکھرنے والا

قبر کی تیرگی مٹائے گا
سرورِ دیں کی عاشقی کا چراغ

آپ کے روے حسیں کے سامنے
ہیچ ہے حق کی قسم حُسنِ گلاب

الطافؔ انصاری سلطان پوری کے نعتیہ دیوان ''رَوْدِ بخشش'' کے نام ہی سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ بھی اُسی نورانی و عرفانی اور ملکوتی صفات کے مظہر قافلۂ عشق و محبت کے شرکاے سفر میں شامل ہیں



جس کی زمامِ قیادت حسان الہند امام احمد رضا محدثِ بریلوی نوراللہ مرقدہٗ (کہ جن کے مجموعۂ کلام کا نام ''حدائقِ بخشش'' ہے، اور اسی مناسبت سے آپ کے متوسلین اپنے دواوین کے نام میں لفظ 'بخشش' کا استعمال کرتے ہیں) کے دستِ مبارک میں ہے۔ اس پس منظر میں الطافؔ صاحب کی نعتوں میں جذباتِ عشقِ رسول (ﷺ) کی صداقت و سچائی، خیالات کی پاکیزگی، افکار کی بلندی، جذبے کا التہاب اور شعری و شرعی حُسن کا ایک لہریں لیتا دریا موج زن ہونا فطری امر ہے، جس کا نظارا آپ کے کلام میں جابہ جا کیا جاسکتا ہے؛ چند مثالیں خاطر نشین ہوں ؎

لاریب! اب بھی آپ ہیں مختارِ کائنات
جنت بھی ملکیت ہے رسالت مآب کی

اے شہنشاہِ مدینہ آپ کی کیا بات ہے
زینتِ محراب و منبر رحمتِ عالم ہیں آپ

مانگنے والو! مدینہ کبھی جاو تو سہی
سارے ارمان نکل جائیں گے ان شآء اللہ

مرے سرکار نے کتنوں کو عطا کی جنت
آپ کے نام سے منسوب ہے جنت دیکھو!

کیا تھا حق نے جن کو خاص اپنے نور سے پیدا
انھیں کے نور سے معمور ہے ارضِ حرم اب تک

وہ پھیلائے کیوں ہاتھ غیروں کے در پر
ہو جس کا درِ مصطفیٰ سے تعلق

قاسمِ نعمت بنایا ہے جسے اللہ نے
سب کی وابستہ ہے اس آقاے نعمت سے غرض

مجمع گناہ گاروں کا میدانِ حشر میں
ہوگا اکٹھا شافعِ روزِ جزا کے پاس

ہے کرم الطافؔ یہ اللہ کا
یارسول اللہ کی ہے لب پہ رٹ

جب وسیلے سے نبی کے ہاتھ پھیلاتے ہیں لوگ
جو طلب کرتے ہیں وہ اللہ سے پاتے ہیں لوگ

الطافؔ انصاری سلطان پوری فنِ نعت کے جملہ لوازمات اور باریکیوں سے کماحقہٗ واقف ہیں۔ آپ نے روح و قلب کی گہرائیوں سے ادب کے گہرے دریا کی شناوری کرتے ہوئے عظمتِ رسول (ﷺ) کا پاس و لحاظ؛ اور عبد و معبود کا فرق ملحوظ رکھ کر ہوش و خرد کے ساتھ، اس گہرے دریا سے ایسے ایسے گوہر ہاے آب دار چُنے ہیں جو قرآن و سنت کے متقاضی ہیں۔ آپ کی زبان و قلم شایستہ، ذہن و فکر پاکیزہ، جذبہ و تخیل اعلا اور افکار و رجحانات میں طہارت ہے؛ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کی زیریں رَو میں افراط و تفریط اور کذب آمیز مبالغہ آرائی کو کہیں بھی جگہ نہیں مل سکی ؎

جس سے ٹھہرے ذاتِ احمد ہم سرِ ذاتِ خدا
واعظو! اس قسم کی شعلہ بیانی ہے غلط

ہے تقاضا یہ ادب کا باوضو ہوں پہلے ہم
نامِ اقدس لیں زباں سے تب رسول اللہ کا

| | |
|---|---|
| آپ سے کی ہے خلاقِ کونین نے | خلق کی ابتدا صد سلام آپ پر |
| جب خالقِ کونین ہے خود آپ محافظ | پھر کیوں نہ بھلا شانِ رسالت رہے محفوظ |

اسی طرح مرحوم الطاف انصاری سلطان پوری صاحب نے اُمتِ مسلمہ کے دردو کرب، مصائب وآلام، دکھ درد، زبوں حالی اور شکست خوردگی کو نا صرف محسوس کیا ہے بل کہ ان کے اسباب وعلل پر بھی اپنے کلام کے وسیلے سے روشنی ڈالتے ہوئے اس کے مداوا کا اظہار وابلاغ بھی کیا ہے۔آپ کے کلام میں انقلابِ اُمت، اصلاحِ معاشرہ، اخلاقی قدروں کے تحفظ، سنت وشریعت کی پیروی اور سوئی ہوئی قوم کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے جیسے عناصر جابہ جا ملتے ہیں۔آپ نے سنت کی پابندی، تصلب فی الدین، مسلک پر استقامت اور اخلاقیات کا درس بڑے موثر اور دل کش پیرایۂ اظہار میں آسان اور سہل زبان میں کیا ہے۔اس لحاظ سے الطاف انصاری سلطان پوری کی نعت گوئی اصلاحی اسلوب کی حامل پیغاماتی شاعری کے جملہ اوصاف سے متصف ہے ؎

| | |
|---|---|
| صرف وہ انعامِ باری سے نوازے جائیں گے | جو سدا رکھتے ہیں شاہِ دیں کی سنت سے غرض |
| راہِ حق سے اے مسلماں تو نہ ہٹ | ہر گھڑی نامِ محمد کی ہو رٹ |
| دامنِ محبوبِ داور چھوڑ کر | دامنِ دنیا سے ناداں مت لپٹ |
| چاہتا ہے تو اگر اپنی فلاح | اک ذرا ماضی کی جانب تو پلٹ |
| بیچ کر ایمان جو حاصل ہو بزمِ دہر میں | اے مسلمانو! وہ عزت اور شہرت ہے عبث |
| اے خالقِ کونین مسلمانوں کے دل میں | اسلام پہ مرمٹنے کی ہمّت رہے محفوظ |

سچا مومن وہی ہے جو تادمِ مرگ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق ورشتہ استوار رکھے، احادیث وسُنن پر سختی سے عمل پیرا رہے؛ جب کہ آج ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو محبت کا دعوا تو کرتے ہیں مگر سنتِ مصطفوی (ﷺ) سے کوسوں دور رہتے ہیں، اگر ایسا ہے تو ان حضرات کا یہ دعوا سراسر باطل اور غلط ہے ؎

| | |
|---|---|
| سرکارِ کائنات کا عاشق ہے تُو اگر | سرکارِ کائنات کی کوئی ادا نہ چھوڑ |
| دعوئِ عشقِ نبی سچ ہے تو بہتر ہے مگر | ورنہ یارو! دعوئِ اُلفت زبانی ہے غلط |
| جو نہ گذرے پیرویِ ہادیِ کونین میں | یہ حقیقت ہے کہ ایسی زندگانی ہے غلط |

آج کا مسلمان تارکِ سنتِ مصطفےٰ (ﷺ) ہوکر غیروں کی تقلید میں مصروف ومشغول ہے، اسی سبب سے پریشاں حالی اس کا مقدر بنتے جارہی ہے؛ الطاف صاحب کا اصلاحی تیور ملاحظہ ہو ؎



غیر کی تقلید کرنے والو! آؤ ہوش میں
تھام لو دامن خدارا اب رسول اللہ کا

اسی طرح سچے مسلمان کی پہچان بتاتے ہوئے الطاف صاحب راقم ہیں کہ ؎

وہ مسلماں قابلِ صد رشک ہیں
ہیں جو عشقِ مصطفیٰ سے فیض یاب

مسلمانانِ عالم کی حالیہ پستی ونکبت اور دن بہ دن زوال پذیر قدر ومنزلت کے اسباب وعلل اور اس عظیم مرض کے علاج کا ذکر الطاف صاحب نے بڑے والہانہ کرب ودرد سے کیا ہے جس سے آپ کا اہلِ اسلام کے تئیں سوزِ دروں عیاں ہوتا ہے، مثالیں خاطرنشین فرمائیں ؎

| | |
|---|---|
| فرمانِ مصطفیٰ پہ جو کرنے لگیں عمل | ہوجائیں پھر عزیز جہاں کی نظر میں ہم |
| اسوۂ شہِ دیں کو آج ہم اپنا لیں جو | چار چاند لگ جائیں پھر ہماری شہرت میں |
| اے مسلماں اس طرح کر تُو سکونِ دل تلاش | دامنِ احمد میں کر عرفان کی منزل تلاش |

ہمارے اس دعوے پر کہ ''الطاف انصاری سلطان پوری کی نعت گوئی اصلاحی اور پیغاماتی ہے''؛ ذیل کی ''نظم نمانعت شریف'' مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے ؛مکمل نعت پڑھتے جائیے اور الطاف صاحب کے اُمتِ مسلمہ کے تئیں گہرے درد وکسک اور اصلاحِ اُمت وانقلابِ ملّت کے جذبات کا عکسِ جمیل ملاحظہ کرتے جائیے ، یہ نظم مشاہدے، فکر اور اسلوب ہر لحاظ سے لائقِ تحسین ہے؛ خاطرنشین ہو گراں قدر جوہر پارہ ؎

| | |
|---|---|
| کیا کھو گیا تجھ سے اے مسلمان ذرا سوچ | کیوں پیچھے پڑا ہے ترے شیطان ذرا سوچ |
| کر غور ذرا خود پہ تُو کر دھیان ذرا سوچ | کیا تُو ہے حقیقت میں مسلمان ذرا سوچ |
| دولت کے عوض بیچ دے ایمان بھی اپنا | کیا ہے یہی اللہ کا فرمان ذرا سوچ |
| تھے صاحبِ کردار وہ ماضی کے مسلماں | کیا تُو بھی ہے ویسا ہی مسلمان ذرا سوچ |
| کیا تیرا بھی سرکار کی سُنّت پہ عمل ہے؟ | کیا راہ نُما ہے ترا قرآن ذرا سوچ |
| اسلاف کی مانند ہے کیا دل میں ترے بھی | اسلام پہ مر مٹنے کا ارمان ذرا سوچ |
| احکامِ شریعت کا بھُلا بیٹھا ہے دل سے | یہ کیسی حماقت ہے اے نادان ذرا سوچ |
| واللہ! یہ تنبیہہ ہے تنقید نہیں ہے | کیا جھوٹ ہے کیا سچ ہے تُو کر دھیان ذرا سوچ |

اسی قبیل کے اور بھی بہت سارے اشعار ''رؤ دِ بخشش'' کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں۔علاوہ ازیں الطافؔ صاحب کے نعتیہ دیوان ''رؤ دِ بخشش'' سے مزید چند شہ پارے ملاحظہ فرمائیں جواہلِ ذوق وشوق کے قلوب واذہان کوضرور متاثر کریں گے ؂

طالب ہوں میں تو نکہتِ زلفِ رسول کا
بے کار ہے مرے لیے خوش بُو گلاب کی

جب شہِ کونین کے دامن میں آجاتے ہیں لوگ
بھول کر ہر غم ،سکونِ دائمی پاتے ہیں لوگ

کاش لب پر مرے ہو نامِ نبی
جب بجھے میری زندگی کا چراغ

رہِ روِ راہِ وفا ہیں ہم فدایانِ نبی
ہےیقیں کرلےگی اک دن خودہمیں منزل تلاش

خیالِ رسالت مآب آرہا ہے
یہ کیسا حسیں انقلاب آرہا ہے

تصور میں ہے روے فخرِ دوعالم
نظر ہیچ حُسنِ گلاب آرہا ہے

مدینہ کے دلکش نظاروں میں گم ہیں
مجھے سبز گنبد کا خواب آرہا ہے

ادب سے جھکالو! سر اے حاجیو! تم
دیارِ رسالت مآب آرہا ہے

غرض یہ کہ الطافؔ انصاری سلطان پوری کے اس مختصر سے نعتیہ دیوان میں عقیدے وعقیدت کے ساتھ ساتھ فکر وفن، جذبہ وتخیل، خیال آفرینی، نُدرتِ اظہار، طرزِ ادا کا بانکپن، ترکیب سازی، پیکر تراشی، صنائع وبدائع جیسے قیمتی فنی موتی بکھرے ہوئے ہیں، جو آپ کے ماہرِ فن اور قادرالکلام شاعر ہونے پردال ہیں۔یہ جواہر پارے اہلِ نقد ونظر کو دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں۔الطافؔ صاحب کی فکری پختگی اورشعری وفنی مہارت کواہلِ نظر یقیناً بہ نظرِ استحسان دیکھیں گے۔

بہ ہر کیف!شہرِ عزیز مالیگاوں کی دھرتی پر آرام فرما اس عظیم شاعرِ اسلام اور مدّاحِ رسول کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے راقم نے یہ مختصر سا مضمون قلم بند کرنے کی طالبِ علمانہ کوشش کی ہے، ویسے آپ کی شعری کائنات کا کماحقہٗ تعارف کرانا تو اہلِ علم ودانش کا کام ہے۔دُعا ہے کہ اللہ عزو جل، رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل الطافؔ انصاری سلطان پوری کے مراتب کومزید بلند تر فرمائے اوران کے شاعرانہ فیوض سے خوش عقیدہ مسلمانانِ عالم کو مالا مال فرمائے ( آمین )؛الطافؔ صاحب ہی کے اک شعر پر قلم روکتا ہوں ؂

نعتیہ دیوان ہے الطافؔ کا باغ و بہار
حمدِ رب کے ساتھ شاہِ دیں کی عظمت مجتمع

(اردو ٹائمز، ۳؍اکتوبر ۲۰۱۰ء، بروز اتوار)



# کلیم شاہدوی......مترنم بحروں کے مقبول نعت گوشاعر

مرحوم کلیم شاہدوی شہر مالیگاوں کے صالح فکر ونظر کے امین ،ایک معتبر ومستند، زؤد گواور کہنہ مشق مقبولِ عام نعت گوشاعر گزرے ہیں۔آپ کی ولادت ضلع دھولیہ کے شاہدہ میں ہوئی، تلاشِ روزگار کے سلسلے میں مالیگاوں آئے اور یہیں فروکش ہوگئے۔۱۹؍مارچ ۲۰۰۲ءکوآپ نے اس دارِفانی کوالوداع کہا۔آپ کوشہرِ سخن مالیگاوں کے استاذ الشعرا جناب اخترؔ مالیگانوی سے شرفِ تلمّذ تھا۔

مرحوم کلیم شاہدوی نے شاعری کی کئی مروّجہ اصناف میں بھر پور طبع آزمائی کی۔ویسے آپ کی شناخت حمدیہ ونعتیہ شاعری، بزرگانِ دین کی شان میں مناقب وقصیدہ نگاری، گاگر، چادر اور سہرا نویسی سے ہوئی، علاوہ ازیں شہیدِ کربلا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، اہلِ بیتِ اطہار، آپ کے رُفقا رضی اللہ عنہم اجمعین اور واقعاتِ کربلا پر مشتمل کلیم صاحب نے مختلف ہیئتوں میں مراثی بھی قلم بند کیے۔مذہبی واصلاحی موضوعات پر آپ نے بڑی دل کش اورشان دار نظمیں بھی تحریر کیں جن میں بعض نظمیں زباں زدِ خاص وعام ہیں جیسے ؂

اے جانے والے مدینہ بستی مرے نبی سے سلام کہنا
یہی تمنا ہے چشمِ تر کی مرے نبی سے سلام کہنا

..................

السلام اے مرے ہم وطن ہم نوا، ہم مدینہ چلے ہم مدینہ چلے
آگیا ہے پیامِ حبیبِ خدا ، ہم مدینہ چلے ہم مدینہ چلے

کلیم صاحب کا واقعاتِ کربلا پرمبنی ایک مجموعہ ''پیغامِ کربلا'' متعدد بار شائع ہوکر اہلِ عقیدت ومحبت سے خراجِ تحسین حاصل کرچکا ہے۔''عرفانِ کلیم'' کے نام سے حمد ونعت، مناجات وسلام وغیرہ پر مشتمل پاکیزہ اور قابلِ احترام مجموعۂ کلام بزمِ اکبر (محفلِ میلاد)، اسلام پورہ، مالیگاؤں نے ۱۹۸۸ء میں پہلی بار طبع کروایا۔بعد ازاں اس مجموعہ کے بھی کئی ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔جن سے کلیم

صاحب کے کلام کی عوامی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ’’عرفانِ کلیم‘‘ کے اوّلین ایڈیشن کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہ مقالہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

’’عرفانِ کلیم‘‘ میں شامل بیش تر نعتیہ کلام آپ کی اعلا شعری بصیرت و بصارت، صالح فکر و تخیل، فنِّ شاعری سے گہری واقفیت، زبان و بیان پر قدرت کے ساتھ ساتھ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ اُلفت وعقیدت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہرِ پاک مدینۂ منورہ سے والہانہ لگاو، سیرتِ طیبہ سے آگاہی اور تصوف و معرفت کے رمُوز واَسرار کا آئینہ دار ہے۔ میلا دخوانی کی بابرکت محفلوں میں شہر مالیگاوں کے علاوہ مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کے دوٗر دراز علاقوں کی بیش تر میلا دخواں تنظیمیں زیادہ تر آپ ہی کے کلام کو پڑھتے ہیں، دراصل کلیم صاحب کے کلام میں بلا کی موسیقیت اور نغمگی ہے۔ آپ نے انتہائی مترنم بحروں میں شاعری کی ہے، نیز آپ کا طرزِ اسلوب بھی متاثر کُن ہے۔ ذیل میں ’’عرفانِ کلیم‘‘ سے چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں جن سے کلیم صاحب کی اعلا شعری صلاحیت مترشح ہوتی ہے ؎

مدینے کی منزل قریب آرہی ہے مسلسل نبی کا پیام آرہا ہے
ادب سے جھکی جارہی ہیں نگاہیں الٰہی یہ کیسا مقام آرہاہے
جس جگہ ذکرِ خیرالورا ہوگا اُس جگہ پر ہی فضلِ خدا ہوگا
جس نے کلمہ نبی کا پڑھا ہوگا وہ بشر جنتی مرحبا ہوگا
گل زارِ مدینہ خلدِ بریں ، ہر ذرّہ جہاں کا لعل و گہر
اور گنبدِ خضرا نورِ یقیں ، روضہ کی سنہری جالی ہے
مرحبا کیا ہے شانِ محمد کوئی یہ شان والا نہیں ہے
سیکڑوں یوں تو آئے پیمبر عرش پر کوئی پہنچا نہیں ہے
جس سے کونین میں اجالا ہے
وہ مدینے کا رہنے والا ہے

کلیم صاحب کے کلام کے موضوعات میں پاکیزگی وطہارت ہے۔ عقیدۂ توحید، عرفانِ خداوندی، رسولِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رتبۂ بلند، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات وتصرفات، عقیدے سے گہری وابستگی، تصوف ومعرفت، فلسفہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود، شہرِ



رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینۂ منورہ سے گہرا لگاو، زیارتِ مدینۂ منورہ کی شدید خواہش، فرقتِ مدینہ کا سوزِ دروٗں وغیرہ موضوعات آپ کے کلام کی زیریں رَو میں پنہاں ہیں، ذیل میں چند مثالیں خاطر نشین ہوں ؎

ترا جلوہ برسرِ طور ہے ترا ہر چمن میں ظہور ہے — ترا ذکر کرتا ہے گلستاں تری شان جل جلالہٗ
حق کی گرہ نگاہ پہ کھلتی چلی گئی — توحید کا سراغ لگاتے چلے گئے
حُسنِ محمدی کا سہارا لیے ہوئے — پردہ حریمِ دل کا اٹھاتے چلے گئے
آپ نے چھلکا دیا جب ساغرِ وحدت کلیم — ایک عالَم واقفِ اَسرارِ عرفاں ہوگیا
جیتے جی ایک نظر روضۂ اقدس دیکھوں — دل میں مدت سے ہے ارمان مدینے والے
جانے لگتا ہے کوئی جانبِ طیبہ جس دم — کچھ نہ ہو پھر بھی تو احساس مگر ہوتا ہے
وہ ظلمت خانۂ عالم میں چمکا دین کا سورج — کہ جشنِ عید میلا دالنبی شمعِ ہدایت ہے

کلیم صاحب کی لفظیات میں سادگی وصفائی ہے۔ روزمرہ محاورات، عربی وفارسی کی آمیزش اور ہندی بھاشا کا گہرا رچاو ہے؛ کہیں کہیں پورَبی بولی کا فن کارانہ استعمال بڑا لطف دے جاتا ہے۔ ان شاعرانہ محاسن سے آپ کے اسلوب میں ایک کیف آگیں بانکپن پیدا ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے کلام میں جو سلاست وروانی، شگفتگی وپختگی، جذبے کی صداقت وسچائی، فکری بلندی، مضمون آفرینی، معانی کا عمل، اور بلا کی موسیقیت ونغمگی ہے وہ لائقِ صد آفرین ہے۔

آپ کا بیش تر کلام انتہائی مترنم اور موزوں بحرں پر مشتمل ہے بہ ایں سبب آپ کے کلام کو عوامی مقبولیت حاصل ہے۔ جب کوئی خوش الحان نعت خواں آپ کے کلام کو ترنم سے گنگناتا ہے تو سامعین جھوم جھوم اٹھتے ہیں اور ایسا کیف وسرؤر طاری ہونے لگتا ہے جس سے ذہن وقلب وجدانی کیفیت سے سرشار ہونے لگتے ہیں ؎

نورِ والشّمس روے منور، اور واللیل زلفِ معنبر — مرحبا آپ کا جسمِ اطہر نور ہے جس کا سایا نہیں ہے
جمالِ لاالٰہ سے ہوگئے چودہ طبق روشن — لیے جب مشعلِ لاتقنطوا عالی وقار آئے
توصیف کیا بیاں ہو رسالت مآب کی — پڑھ کر درؤد پھیلے کرن آفتاب کی
پڑھ کے بسمِ اللہ چادر بنائی ہے — اِنّا اعطینا کی جھالر لگائی ہے
وحدت کے تاروں کی چادر بنائی — ایمان کے رنگ میں ہے رنگائی
اِنّا فتحنا سے خوب سجائی ہے

............

یاد نبی کی موہے جب آئے دن رات نیناں آنسؤ بہائے
دھڑکے کریجوا چین نہ پائے دل مورا رہ رہ ڈوبا جائے

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ کلیم صاحب کو شہرِ رسول مدینۂ منورہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، اور آپ کے کلام میں فرقتِ مدینہ کا جا بہ جا ذکرِ جمیل ملتا ہے، آپ نے مدینۂ طیبہ جانے والے مسافروں سے جس گہرے درد و کرب اور سوزِ قلبی سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سلام عرض کرنے کا اظہار کیا ہے وہ آپ کی شہرِ مدینہ کے تئیں فدا کارانہ سرشاری اور والہانہ وارفتگی کو عیاں کرتا ہے۔ بالخصوص کلیم صاحب نے مسافرینِ مدینۂ طیبہ کی روانگی کے مقدس موقع پر جو نظمیں کہی ہیں انھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئیں۔ ہر سال زائرینِ حرمین شریفین کی الوداعی محفلوں میں خوش عقیدہ مسلمان ان نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ ان نظموں کا کربیہ آہنگ ہمیں خوشبؤ اور نؤر سے ہم کنار کرتا ہے اور وہ قاری و سامع کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے؛ روح و قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، بے اختیار فرقتِ مدینہ کے تصور سے آنکھیں چھلک پڑتی ہیں، اور ایک کیف آگیں جذبات و احساسات کی چادر تن جاتی ہے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ ان شآء اللہ کلیم صاحب کی یہ نظمیں آپ کو میدانِ محشر میں ضرؤ رسرخرؤ کریں گی، چند اشعار نشانِ خاطر ہوں ۔

اے جانے والے مدینہ بستی مرے نبی سے سلام کہنا
یہی تمنا ہے چشمِ تر کی مرے نبی سے سلام کہنا
تجھے مبارک مدینے جانا ، درِ مقدس سے فیض پانا
یہی صدا ہے دھڑکتے دل کی ، مرے نبی سے سلام کہنا
رسولِ اکرم کا پیارا روضہ ، جب اپنی نظروں سے دیکھ لینا
جھکا کے در پر جبین و دل بھی ، مرے نبی سے سلا م کہنا

.............................

السلام اے مرے ہم وطن ہم نوا ، ہم مدینہ چلے ہم مدینہ چلے
آ گیا ہے پیامِ حبیبِ خدا ، ہم مدینہ چلے ہم مدینہ چلے
اُٹھ رہے ہیں قدم سوئے طیبہ بہم ، نعرہ اللہ اکبر کا ہے دم بہ دم
سر سے باندھے کفن لب پہ صلِ علا ، ہم مدینہ چلے ہم مدینہ چلے



وہ دیارِ مدینہ کی رعنائیاں ، اور نورانی گنبد کی پرچھائیاں
برسے شام و سحر رحمتوں کی گھٹا ، ہم مدینہ چلے ہم مدینہ چلے

باوجود ان شعری محاسن اور خوبیوں کے کلیم صاحب کے کلام میں بعض ایسے مضامین بھی نظم کیے گئے ہیں جو شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کے یک سر منافی ہیں جن سے فنِ نعت گوئی کے آداب سے شاعر کی روگردانی ثابت ہوتی ہے، ایسے اشعار کا ایک اچھے مجموعۂ نعت میں شامل نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ اسی طرح دیگر انبیاے کرام علیہم السلام سے رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا تقابل کرتے ہوئے بھی غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کلیم صاحب ایسے موڑ پر بھی راہِ اعتدال سے ہٹتے نظر آتے ہیں، مثلاً چند اشعار دیکھیں ۔

شکلِ احمد میں دیکھا اَحَد کا جمال — میم احمد کی جس دم ہٹائی ہے
فقط عین کا ہے پردا اے کلیم رب اور عرب میں — وہی طور کا ہے جلوہ جو ہے جلوۂ مدینہ
نہ سمجھے تھے کلیم احمد احد میں میم کا پردا — وگرنہ طور پر شعلوں سے ٹکرانے کہاں جاتے

جلوۂ عرب ہی کا جلوہ تو ہے پردۂ عین اُٹھ جائے گر ہم نشیں
ہم تو جائیں گے طیبہ نگر سر کے بل، اے کلیم آپ گر طور پر جائیں گے
جلوۂ طور گر دیکھنا ہے سر کے بل چلیے سوے مدینہ
اے کلیم ہے ادب کی جگہ یہ وادیِ طورِ سینا نہیں ہے

”لمعاتِ بخشش“، محمد حسین مُشاہد رضوی (مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹرا) کے خوشبو بھرے کلام کا مجموعہ ہے۔ اچھے نعتیہ کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالعہ کرتے ہوئے کلام کی خوشبو وجود کے اندر سرایت کرنے لگتی ہے۔ یہ دیوانِ نعت ہے، چوں کہ یہ دیوان دنیا کی عظیم ترین شخصیت کے آہنگ سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس میں کچھ ایسی سحر انگیز کیفیتیں پیدا ہوگئی ہیں جو متاثر کرتی ہیں۔

محمد حسین مُشاہد رضوی کے نعتیہ کلام میں فکر و نظر کی جو پرچھائیاں اُبھرتی ہیں وہ شاعر کے سوز و گداز اور کیف و سرمستی کی دین ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ محمد حُسین مُشاہد رضوی کا یہ دیوانِ نعت خوب مقبول ہوگا۔“

پروفیسر ڈاکٹر شکیل الرحمٰن باباسائیں
ہریانہ ۲۸/جولائی ۲۰۱۰ء بروز سنیچر

# مولانا شاکرؔ علی نوری
# دبستانِ بریلی کے خوش فکر نعت گو شاعر

بادۂ حجاز کے سرمستوں اور آبلہ پایانِ راہِ محبتِ سرکار ﷺ نے بلالحاظِ رنگ و نسل اور زبان و علاقہ اپنے آپ کو رسولِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف میں مشغول و مصروف رکھا۔ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک نعتِ رسول ﷺ قلم بند کرنے کا پاکیزہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور ان شآء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت چلتا ہی رہے گا۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہم اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اکثر و بیشتر بارگاہِ مصطفوی میں آقائے دوجہاں ﷺ کی مدحت سے مزین و مرصع کلام پیش فرمایا کرتے تھے۔ خود خدائے قدیر و جبار جل شانہٗ نے قرآن میں جابجا محبوبِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کی ایک ایک ادائے دل نواز کا تذکرۂ جمیل فرما کر امتِ محمدی کو آپ کی بارگاہِ عالی وقار کا ادب و احترام اور آپ کی تعریف و توصیف کا سلیقہ و شعور بخشا ہے۔

برصغیر ہند و پاک میں حضرت امیر خسروؔ، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، غلام امام شہیدؔ اور مولانا کفایت علی کافیؔ سے لے کر لطفؔ بدایونی، مرزا بیدلؔ اور بیدمؔ وارثی تک، امیر مینائی اور شاہ نیازؔ بریلوی سے لے کر ابوالحسین نوریؔ مارہروی اور محسنؔ کاکوروی تک، اقبالؔ و امام احمد رضا بریلوی اور حسنؔ رضا بریلوی سے لے کر حامد رضا و مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی اور جمیلؔ قادری بریلوی تک اور حفیظؔ جالندھری، عبدالحمید صدیقی سے لے کر قتیلؔ دانا پوری، رازؔ الٰہ آبادی، بیکلؔ اُتساہی اور قوسؔ حمزہ پوری تک نعت گو شعرائے کرام کی ایک طویل ترین فہرست ہے جنھوں نے علاوہ دیگر اصناف کے قابلِ لحاظ انداز میں ذکرِ رسول اور نعتِ رسول ﷺ کے میدان میں اپنی فکر و نظر کے جوہر بکھیرے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان شعرائے کرام کے اسمائے گرامی مدحت گرانِ پیغمبرِ اعظم ﷺ کے طور پر لیے جاتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں اپنے شعور و فکر کو نعتِ رسول اور ذکرِ رسول ﷺ کے لیے خود کو مصروف رکھنے والوں میں اخترؔ رضا بریلوی، سید آلِ رسول نظمی مارہروی، بیکلؔ اتساہی، اجمل سلطان پوری، صوفی



حماد احمد صابر قادری، شبنم کمالی، راجا رشید محمود اور طلحہ رضوی برقؔ دانا پوری وغیرہم کے نام سرِ فہرست ہیں۔ ان حضرات کی پیہم مساعیِ جمیلہ نے اردو نعتیہ ادب کو بامِ عروج پر پہنچا دیا ہے۔

عروس البلاد بمبئی کی مذہبی و ملّی اور علمی و ادبی حیثیت پوری دنیا پر مسلم ہے۔ یہ شہر ہمیشہ سے علم و ادب کی مختلف تحریکات کا مرکز رہا ہے۔ یہ شہر جہاں ایک طرف جرائم اور بے حیائیوں کی وجہ سے مشہور ہے تو وہیں دوسری طرف اصلاحِ معاشرہ اور تبلیغ سنت کی مختلف النوع تحریکات کے مرکز کے طور پر بھی یہ شہر جانا پہچانا جاتا ہے۔ اصلاحِ معاشرہ کی غیر سیاسی تحریک سنی دعوتِ اسلامی کا بھی یہ شہر بین الاقوامی مرکز ہے۔ اس تحریک کے سربراہِ اعلا مولانا حافظ شاکر علی نوری بمبئی کے ایک میمن خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ دین و مذہب سے حد درجہ لگاؤ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے والہانہ محبت اور عشق ہے۔ موصوف عالمی سطح پر امام احمد رضا بریلوی کی تحریکِ عشقِ رسالت کے مبلغ اور داعی کی حیثیت سے اسلام و ایمان کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و مشغول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بھی دیگر علمائے کرام کی طرح اپنے عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کے لیے نعتیہ شاعری کے میدان کو منتخب کیا۔ یوں تو آپ کی گھریلو زبان اردو نہیں لیکن پھر بھی آپ نے نعتیہ شعر و ادب کے لیے اردو کا استعمال بڑی کامیابی کے ساتھ کیا۔ جابجا آپ نے نعتوں میں زبان و بیان کے نت نئے تجربات بھی کیے، الفاظ کو اس طرح برتا کہ طبیعت کو اُکتاہٹ کی بجائے لطف و سرور حاصل ہونے لگا اور پوری فضا خوش گوار ہو گئی ۔

شاہِ مدینہ مجھ کو طیبہ بلالیے ہیں — سوئی ہوئی تھی قسمت آقا جگا دیئے ہیں
قسمت پہ رشک میری کرتے ہیں سب فرشتے — پھر سے مدینے والے مہماں بنا لیے ہیں
زائرِ قبرِ منور کی شفاعت ہوگی — ہے یہی آپ کا فرمان رسولِ عربی
آیا ہوں بن کے سائل سلطانِ دوجہاں — رحمت ہو پھر سے مائل سلطانِ دوجہاں
گریاں ہے قلبِ شاکرؔ، کردو کرم بھی وافر — اپنوں میں کرلو شامل سلطانِ دوجہاں

برِ صغیر ہند و پاک میں اردو کی شعری کائنات میں دو دبستان ''لکھنؤ و دہلی'' بہت زیادہ مشہور ہیں ''لکھنؤ'' کی شاعری کا محور رقص و سرود اور مجازی محبوبوں کے ناز و ادا، عشوہ و غمزہ اور زلف و گیسو کا تذکرہ ہے تو ''دہلی'' کی شاعری کا محور شراب و شباب اور محبوب کی جفا کاریوں کا ذکر ہے۔ جب کہ ان دونوں تصورات سے بالکل پرے خالقِ حقیقی کے محبوبِ اکبر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے عشق و ادب کا جلوہ بکھیرتی ہوئی نہایت پاکیزہ شاعری امام احمد رضا بریلوی اور ان کے معتقدین کی شاعری ہے جسے ہم

"دبستانِ بریلی" کی ملکوتی شاعری کہہ سکتے ہیں یہاں کا تصورِ عشق وفن، محبت رسول ﷺ ہے؛ کہ یہی مقصودِ قرآن ہے، یہاں کا محورِ عشق؛ رسولِ گرامی وقار ﷺ کی ذاتِ اقدس واطہر ہے؛ کہ اِنہی کی محبت والفت ایمان کی جان ہے اس محبت کے علاوہ دنیا کی محبت پریشانیوں میں اضافہ کی باعث ہے جب کہ عشقِ رسول ﷺ بے قرار دلوں کے لیے وجہِ طمانیت، مصیبتوں اور پریشانیوں کا علاج اور مداوائے ہر رنج وغم ہے یہی وجہ ہے کہ مولانا حافظ شاکر علی نوری بھی دنیا کی محبت کی بجائے سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبت کے طلب گار ہیں۔ جذباتِ محبت کی سچائی، عاشق کی نیاز مندی اور طالبِ عشقِ رسالت کا عجز وانکسار خاطر نشین کریں ۔

دل کی دنیا کو سجاؤ آقا | اپنی اُلفت میں جلاؤ آقا
حُبِّ دنیا سے بچانا مجھ کو | مجھ کو اپنا ہی بناؤ آقا
غمِ دنیا میں نہ آنسو نکلے | اپنی اُلفت میں رُلاؤ آقا

ساری کائنات کے مرکزِ عقیدت ومحبت مدینۂ منورہ کی حاضری وزیارتِ قبرِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر عاشقِ دل گیر کے لیے جان وجگر اور قلب ونظر کے لیے باعثِ سرور ہے۔ یہاں کی حاضری غمِ دنیا اور غمِ عقبیٰ سے یکسر آزاد کر دیتی ہے۔ اسی مقدس ترین دیار میں حاضری کے لیے سرکارِ ابد قرار ﷺ سے حافظ شاکر علی نوری یوں عرض کرتے ہیں اندازِ عرض بڑا ہی دل کش اور اچھوتا ہے ۔

میرے سرکار مدینے میں بلاتے رہنا | غمِ دنیا غمِ عقبیٰ سے بچاتے رہنا
نبھالو تم نبھا لو یارسول اللہ | بلالو اب مدینے میں بلا لو یارسول اللہ
دل تڑپتا ہے حضوری کو حضور | صدقے مرشد کے بلاؤ آقا

سرکارِ دوعالم ﷺ نے کرم فرمایا بارگاہِ خداوندی سے مدینۂ طیبہ کی حاضری کا اذن حاصل ہوگیا، اب اہلِ شوق کا مبارک کارواں سوئے طیبہ کوچ کر رہا ہے ایسے پُر مسرت موقع پر عاشق مچلتے ہوئے بڑے ناز وادا کے ساتھ یوں کہتا ہے ۔

میں نے رُخ کرلیا مدینے کا | کیا بگاڑے کوئی سفینے کا
چشمِ رحمت پڑی ہے مجھ پر بھی | لطف آئے گا اب تو جینے کا

اور جب قسمت کی ارجمندی سے رسولِ رحمت ﷺ کے دربارِ گہر بار کی زیارت سے شاد کامی حاصل ہوگئی تو پھر خوشی اور مسرت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ رہا؛ اس اعزازِ خسروانہ کا اظہار موصوف نے یوں کیا کہ ۔



میرے آقا نے مدینے میں بلایا مجھ کو | سایۂ گنبدِ خضرا میں بٹھایا مجھ کو
شاہِ مدینہ مجھ کو طیبہ بلا لیے ہیں | سوئی ہوئی تھی قسمت آقا جگا دیے ہیں
قسمت پہ رشک میری کرتے ہیں سب فرشتے | پھر سے مدینے والے مہماں بنا لیے ہیں
ہے کرم آپ کا سرکار رسولِ عربی | پھر دکھایا مجھے دربار رسولِ عربی
ایسے عاصی کو مدینے کا بنایا مہماں | جو ہے سرتاپا خطاکار رسولِ عربی

جس کے دل میں اُلفتِ سرکارِ دوعالم ﷺ ہے وہی کامیاب ترین فرد ہے کہ یہی محبت ایمان کی جان ہے؛ مولانا موصوف رسولِ رحمت ﷺ کے دربار میں پہنچ کر اسی محبت کی بھیک طلب کرتے ہیں۔ یہاں بھی طالبِ محبت کا عاجزانہ طرزِ اظہار قابلِ دید ہے ۔

اپنی اُلفت کا جام دو مجھ کو | مست کردو مجھے مدینے کا
اُلفت میں مجھ کو اپنی ایسا گما دو آقا | خود سے رہوں میں غافل سلطانِ دوجہاں

روضۂ رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے اور محبتِ رسول ﷺ کے انوار سے ظلمت کدۂ دل کو روشن کرکے ظاہر وباطن کو مزید تابندگی ودرخشندگی کے لیے عاشق چاہتا ہے جمالِ جہاں آرائے سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کی سعادتِ عظمیٰ سے بھی سرفرازی حاصل ہوجائے۔ حافظ شاکر علی نوری ان جذباتِ قلبی اور تمناہائے ایمانی کا اظہار یوں کرتے ہیں ۔

شوقِ دیدار میں سوؤں جس شب | اپنا دیدار کراؤ آقا
سنہری جالیوں کے سامنے پہنچا ہوں میں آقا | مجھے اپنی زیارت تم کرادو یارسول اللہ
شاکرِ رضوی کو طیبہ تو دکھایا لیکن | وقتِ رخصت رُخِ زیبا بھی دکھانا مجھ کو

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کرنے والے ہر اُمتی کی آپ شفاعت فرمائیں گے من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی کی تشریح کرکے بارگاہِ محبوبِ کردگار میں یوں عرض کرتے ہیں ۔

دیکھ کر آپ کے گنبد کا وہ حسیں منظر | نکلے دل کے سبھی ارمان رسولِ عربی
زائرِ قبرِ منوّر کی زیارت ہوگی | ہے یہی آپ کا فرمان رسولِ عربی

ہر عاشق یہ چاہتا ہے کہ جب وہ سرزمینِ طیبہ پر بہ فضلِ خدا رسائی حاصل کرلے تو اس کی روح بدن سے جدا ہوجائے اور اس مقدس خاک میں مل کر یہ بدن بھی خاک ہوجائے۔ طیبہ کی مقدس

ترین زمین میں دفن ہونے کی خواہش موصوف یوں کرتے ہیں ۔

آخری وقت دفن ہونے کو — دے دو ٹکڑا مجھے مدینے کا

شاکرؔ صاحب نے چھوٹی بحروں میں بھی نعتیں قلم بند کرنے کی کامیاب ترین کوشش کی ہیں۔ مگر چھوٹی بحروں میں معانی کی کمی اور مبہم اندازِ بیان کی بجاے معانی کی فراوانی، لفظوں کا تناسب اور اندازِ بیان کی قدرت پائی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ لب و لہجے میں بہترین ساز و آہنگ اور نغمگی و موسیقیت بھی ہے ۔

جانبِ نار میں نہ جاؤں گا — میں نے رُخ کر لیا مدینے کا
میں مدینے میں آتا جاتا رہوں — بخت چمکایئے کمینے کا
جشنِ میلاد ہم منائیں گے — رب سے صدقہ نبی کا پائیں گے
دوٗر دل کی سیاہی کرنے کو — محفلِ نوٗر ہم سجائیں گے
دیکھ کر قبر میں حضور کو ہم — نعتِ صلِ علا سنائیں گے
مجھ کو طیبہ بلاہی لیتے ہیں — مجھ کو اپنا بنا ہی لیتے ہیں
کوئی حُسنِ عمل نہیں پھر بھی — میرے آقا نبھا ہی لیتے ہیں

ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ ارد‌ُو دنیا کے معروٗف ادیب اور مذہبی دنیا کے مشہور روحانی پیشوا حضرت سید محمد اشرف برکاتی مارہروی (انکم ٹیکس کمشنر، دہلی) کی زبان میں ’’لفظوں کا تناسب، معنیٰ کی وسعت، جذبوں کی فراوانی، مضامین کی بلندی، عاشق کی نیاز مندی، طالب کا عجز اور اشعار میں جاری و ساری ایک خاص قسم کی محتاط وارفتگی‘‘ کے جلوے حافظ شاکر علی نوری کی درج ذیل نعت میں حد درجہ پنہاں ہیں۔ نعت پڑھتے وقت قلب میں سوز و گداز اور کیف و جذب پیدا ہوتا ہے، طبیعت میں وجدانی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے، جی چاہتا ہے کہ بار بار اس نعت کے اشعار کی تکرار کرتے رہیں ۔

سرکارِ دوعالم کی نظر مجھ پہ پڑی ہے — پہنچا ہوں وہاں خلدِ بریں کی جو گلی ہے
آیا جو مدینے میں تو قسمت نے پکارا — بگڑی ہوئی تقدیر یہاں آ کے بنی ہے
محشر کی کڑی دھوپ کا کھٹکا نہیں مجھ کو — چادر مرے سرکار کے گیسوٗ کی تنی ہے
للہ! مجھے اپنا رُخِ انور تو دکھا دو — پلکوں میں مری دید کی خاطر تو نمی ہے
دے ڈالیے مجھ کو بھی غلامی کی سند اب — بخشش کو مرے شاہ یہ خیرات بڑی ہے
اللہ کو محبوب سے کتنی ہے محبت — ہاں طٰہٰ و یٰسٓ میں اسرارِ جلی ہے



عالم میں مسلمان پریشاں ہیں پریشاں — بے چین نظر آپ کے ہی در پہ جھکی ہے

حضرت مولانا موصوف کی نعتیہ شاعری میں ’’دبستانِ بریلی‘‘ کے معاصر شعرائے کرام کی طرح سوز و گداز، کیف و جذب اور محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی تڑپ اور کسک پائی جاتی ہے آپ کی شاعری کے مضامین میں آورد نہیں بل کہ آمد آمد ہے۔ طرزِ ادا کا بانکپن، اظہارِ مدعا میں عاجزانہ پن، آسان اور سہل الفاظ میں بات کو پیش کرنا، افراط و تفریط سے مبرا محتاط وارفتگی کے ساتھ شاعرانہ پیکر تراشی کا چابکدستی سے استعمال اور جانِ ایمان مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سچی محبت و الفت کا اظہار و اشتہار آپ کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ آپ کی مختلف نعتوں سے منتخب اشعار ذیل میں خاطر نشین ہوں ۔

میرے آقا میرے سلطان مدینے والے — تم پہ سَو جان سے قربان مدینے والے
دردِ دل چاہیے چشمِ تر چاہیے — مجھ کو آقا کی پیاری نظر چاہیے
مرضِ عصیاں سے اب تو شفا ہو نصیب — سنتوں پر عمل عمر بھر چاہیے
کوئی مشکل نہیں ایسی جو نہ ٹالی تم نے — میرے داتا مری بگڑی کو بناتے رہنا
ہے مصائب میں گھری آپ کی اُمت آقا — ظلمِ ظالم سے اسے آپ بچاتے رہنا
وحشتِ قبر سے گھبرائے جو شاکرؔ آقا — تھپکیاں دے کے اُسے آپ سُلاتے رہنا

اخیر میں مولانا حافظ شاکر علی نوری کے اک شعر پر قلم کو روکتا ہوں؛ یہ نہ صرف موصوف کی دلی خواہش ہے بل کہ ہر خوش عقیدہ مومن کی تمنائے قلبی ہے اور یہی میری بھی ایمانی آرزوٗ ہے ۔

نعت میں لکھتا رہوں نعت میں پڑھتا رہوں
ہو یہی زیست کا سامان مدینے والے

(سہ ماہی سنی دعوتِ اسلامی، ممبئی، جلد ۲ رشمارہ ۵، ص ۴۰/۴۳)

’’جناب محمد حسین مُشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں کے ایک تازہ کار شاعر ہیں۔ ان کی نعتوں سے پتا چلتا ہے کہ موصوف غزل گو ہیں اور انھیں اظہار و اسلوب پر پورا قابو ہے۔ ان کی لفظیات بڑی ہی نکھری ہوئی ہیں۔ ان کے ایک مطبوعہ دیوانِ نعت ’’لمعاتِ بخشش‘‘ میں شائع شدہ نعتوں میں سے ہم چند نعتوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ نعتیں غزل کے فارم میں ہیں اور ان کے ہاں بھرپور احترامِ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ضمیر اختیار کرتے ہیں۔ اس میں بے حد احتیاط برتتے ہیں اور موضوعات میں عقیدت و احترام کے علاوہ حضور (ﷺ) سے نسبتِ عالی کا اظہار والہانہ ہے۔‘‘
علیمؔ صبا نویدی، چینائی

# معراجِ سخن......محمد توفیق احسنؔ برکاتی کا نعتیہ مجموعہ

مولانا مفتی محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی ایک جواں سال زود گو نثر نگار، شاعر و ادیب اور محقق عالمِ دین ہیں۔ آپ کی ولادت بہنگواں، اعلا پور، ضلع اعظم گڑھ کے ایک علم دوست گھرانے میں ۱۲؍ جولائی ۱۹۸۴ء کو ہوئی۔ مقامی مدرسہ حنفیہ انوار العلوم اور جامعہ عربیہ اظہار العلوم، جہاں گیر گنج، فیض آباد میں ابتدائی اور متوسطات کی تعلیم ہوئی۔ اعلا دینی تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ اشرفیہ عربی یونی ورسٹی مبارک پور میں داخلہ لیا۔ جہاں سے عالمیت و فضیلت کے ساتھ تحقیق فی الفقہ کا کورس مکمل کیا۔ فی الحال آپ ممبئی کی مشہور دانش گاہ ''الجامعۃ الغوثیہ'' میں تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔ آپ کا موے قلم زمانۂ طالبِ علمی ہی سے نثر و نظم دونوں میدانوں میں گل بوٹے کھلا رہا ہے۔ اتنی کم عمری میں آپ نے دنیاے سنیت کو کئی بیش بہا کتب و رسائل کا تحفہ پیش کیا ہے۔ لیکن جس انداز سے اس جواں سال قلم کار کی پذیرائی ہونی چاہیے وہ نہ ہوسکی۔ بہ ہر کیف! آپ کا تحقیقی، تصنیفی اور تالیفی سفر تیز رفتاری سے جاری و ساری ہے۔ مختلف ماہ ناموں اور اخبارات میں آپ کے تحقیقی مقالات اور کتب و رسائل پر تبصرے مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس وقت میرے مطالعہ کی میز پر آپ کا اوّلین نعتیہ مجموعہ ''سخن کی معراج'' سجا ہوا ہے۔ جسے میں نے آج اپنی تبصراتی کاوش کا عنوان بنایا ہے۔

کہتے ہیں شاعری لفظ 'شعور' سے مشتق ہے، جب شاعر اپنے احساسات، جذبات، خیالات اور افکار و نظریات کے گل ہاے رنگا رنگ کو، بحر و وزن کے دھاگوں میں پروتا ہے تو شعر بنتا ہے اور شعری نغمگی، موسیقیت، موزونیت اور برجستگی براہِ راست انسانی قلب و روح کو متاثر کردیتی ہے کیوں کہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

شاعری کی جملہ اصناف میں نعت کی اہمیت، عظمت اور رفعت و بلندی اپنی جگہ مسلم و مقدم ہے، نعت شاعری کی سب سے مکرم و معظم، مقدس و متبرک اور محترم و پاکیزہ صنف ہے، نعت اپنی ابتدا اور



آغاز سے ہی ختمی مرتبت، مفخرِ موجودات، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، مدح و ثنا، شمائل و خصائل اور اوصاف و فضائل کے اظہار و بیان کے لیے مختص و مستعمل ہے۔ حمد آسان اور سہل ہوتی ہے؛ جب کہ نعت انتہائی مشکل ترین فن ہے، وادیِ نعت میں گذرتے وقت نعت شاعر سے جس بات کا بار بار تقاضا کرتی ہے وہ ہے حزم و احتیاط...... یہاں منصبِ الوہیت و رسالت اور عبد و معبود کے واضح فرق کو ملحوظ رکھنا انتہائی اہم اور ضروری ہوتا ہے کہ اگر ایک طرف بال برابر بھی بڑھا تو شاعر شرک جیسے عظیم گناہ کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے اور دوسری طرف بال برابر بھی کمی ہوئی تو شاعر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ و بے ادب قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ دونوں باتیں شاعر کے لیے نقصان و زیاں کا سبب ہیں؛ لہٰذا وادیِ نعت میں زمامِ حزم و احتیاط کو اپنے ہاتھ میں تھام کر سنبھل سنبھل کر چلنا شاعر کی دنیوی و اُخروی نجات اور انعام و اکرام کے لیے از بس ضروری ہے، بقول توفیق احسنؔ ؎

نعت گوئی سہل نہیں احسنؔ
شرط ہے فکر کو لگام رہے

نعت گوئی کسبی نہیں بل کہ وہبی ہے؛ کہ یہ خالص اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جُود و عطا سے حاصل ہوتی ہے۔ نعت قلم بند کرنے میں طبیعت کی موزونی ہی سب کچھ نہیں ہے؛ بل کہ یہاں علم و فضل کے ساتھ ساتھ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ضروری ہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا توفیق احسنؔ برکاتی کے اندر یہ چیزیں بہ درجۂ اتم موجود ہیں۔ احسنؔ برکاتی صاحب موزوں طبیعت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عالم و فاضل اور دانا و بینا ہیں اور امامِ عشق و محبت اعلا حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے مسلکِ عشق و محبت کے داعی و مبلغ ہونے کے سبب عشق و محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ کے نہاں خانۂ دل میں موجزن ہے۔ آپ کے اوّلین نعتیہ مجموعۂ کلام ''سخن کی معراج'' کے مطالعہ و تجزیہ سے یہ روشن ہوتا ہے کہ آپ نے نعت گوئی کے جملہ لوازمات کو صحیح طور پر برتتے ہوئے کامیابی و کامرانی سے نعتیہ کلام قلم بند کیا ہے، ذیل میں چند مثالیں نشانِ خاطر فرمائیں ؎

دھیرے دھیرے ان سے دل کا رابطہ ہوجائے گا
جب دُرُودوں کا زباں پر سلسلہ ہوجائے گا

رب نے ان کو بخش دی ہیں علم کی تابانیاں
آج بھی حقانیت کو کھولتا قرآن ہے

شان ان کی کیا لکھے کوئی بھلا، ممکن نہیں　　ان کی رفعت دیکھ لو قرآن کے پاروں میں ہے
ہے نمونہ عالمِ انسانیت کے رو برو　　بچپنا ہو، یا بڑھاپا، یا جوانی آپ کی
بالیقیں ختم الرسل ہیں آپ ہی میرے نبی　　آج بھی اعلان کرتی ہے نبوت آپ کی

طبیعت کی موزونی، علم وفضل اور زورِ عشق ومحبتِ رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) جیسے عناصر نے مل کر احسن صاحب کے کلام کو دلِ گداختہ عاشق کا کلام بنا دیا ہے۔ جس میں آمد آمد ہے۔ جذبات کا التہاب ہے۔ خیالات کی سچائی ہے۔ نظریات کی صداقت ہے۔ اور تعظیم و ادبِ رسول (ﷺ) کا پاس ولحاظ ہے ؎

شانِ محبوبی سکھانے کی غرض ہے مومنو!　　کس طرح دربارِ محشر کا سجا ہے دیکھ لو
زہے نصیب پسینہ نبی کا مِل جائے　　جو مشک وگل سے بھی اعلا دکھائی دیتا ہے
ان کے بازار میں جب سے سودا ہوا　　میری ہستی بڑی قیمتی ہوگئی
اپنے مولا سے جو سرکار کا در مانگتے ہیں　　وہ تو جنت میں یقیناً کوئی گھر مانگتے ہیں

بخشا انھیں کو علم سب، پھر بھی دیا اُمّی لقب
یہ بھی ہے اک شانِ عطا، میرے نبی پیارے نبی
منگتوں کو خود کہتے ہیں ''آ'' ہرگز نہیں کہتے وہ ''لا''
دربار ہے عالی ترا، میرے نبی پیارے نبی
تیرے فرمان کو مانتے ہیں شجر، اور پڑھتے ہیں مٹھی میں کلمہ حجر
پورا قرآن اخلاق ہے آپ کا، معجزہ یہ جہاں کو بتاتے رہے

احسن صاحب کی فکر پاکیزہ اور اندازِ بیان دل نشین ہے۔ آپ کے اشعار میں طرزِ ادا کا بانکپن، ندرتِ بیان، شوکتِ الفاظ، خیال آفرینی، صنائعِ لفظی، صنائعِ معنوی، تلمیحات وتلمیعات، محاورات کا استعمال، شاعرانہ پیکر تراشی، ترکیب سازی اور دیگر شعری وفنی محاسن کی جلوہ گری ہے ؎

جلوۂ روے منور کی ضیا پاشی ہے　　آسماں پر جو چمکتے ہیں سبھی کاہکشاں
ان کی مدحت کا عرفان ہے مان لو　　سب سے بہتر جو یہ نغمگی ہوگئی
کہ جس کی قسمتِ عالی پہ پھول ہیں نازاں　　نبی کے شہر کا ادنا سا خار ہوتا ہے
شبِ خموشِ لحد کا اندھیرا چھٹ جائے　　چلو! حضور کی زلفِ دوتا کی بات کریں



ان کی جلوت، ان کی خلوت اور حُسنِ جاں فزا　　نور والے رُخ کی نکہت دیکھ گلزاروں میں ہے
ڈوب کر ان کی محبت میں جو محوِ خواب ہو　　بالیقیں اس کو رُخِ زیبا نظر آجائے گا
میرے گل کا پسینہ جو ہم کو ملے　　وہ مہکتا ہے مُشکِ ختن کی طرح
ظلمتِ شب کسی لحہ نہ دکھائی دے گی　　پاس آجائے اگر ان کی عنایت کا چراغ
نعت گوئی تو یقیناً ہے سخن کی معراج　　دل مچلتا ہے تو ہوتی ہے سخن کی معراج
آپ سے حُسنِ عقیدت کا یہی ہے اعجاز　　دشمنِ دین بھی اب خونِ جگر مانگتے ہیں

احسن صاحب نے کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی زبان کے حامل اس دبستانِ ادب سے اکتسابِ فیض کیا ہے، جس کا طرۂ امتیاز ہی محبت والفتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تعظیم وادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ دبستانِ بریلی کے اکابر نعت گو حضرات کے کلامِ بلاغت نظام کے مطالعہ ومشاہدہ نے آپ کے کلام کو خیالات کی بے راہ روی، تصنع و بناوٹ، مبالغہ، غلو واغراق اور شرعی خامیوں سے منزہ و مبرہ رکھا ہے؛ احسن کہتے ہیں ؎

احسن رضا کی شاعری پیشِ نظر رکھو　　ذی شان ہوگی مان لو مدحت حضور کی
تجھ کو احسن یہ سبق میرے رضا خاں سے مِلا　　کیا کہیں اس سے بھی اچھا کوئی شاعر دیکھا

اور احسن یوں دُعا گو بھی ہیں کہ ؎

پیارے احسن کو مِلے عشقِ رضا کا صدقہ　　کوئی نہ کہہ دے ترا عشق ثمر بار نہیں
نبی سے عشق والفت کا سلیقہ ہم کو آجائے　　ہماری زندگی میں جذبۂ احمد رضا کردے

ہم کو احسن مِلے عشقِ احمد رضا، خوش رہیں ہم سے ہر دم حبیبِ خدا
ان کی مدح وثنا میں زبان وقلم، تادمِ مرگ ہر پل چلاتے رہیں

غرضے کہ احسن صاحب کا مجموعۂ نعت ''سخن کی معراج'' واقعی معراجِ سخن ہے جو آپ کو میدانِ محشر میں ان شآء اللہ تعالیٰ معراج بخشے گا۔ احسن صاحب کا کلام اس قابل ہے کہ اسے حرزِ جاں بنایا جائے۔ اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل احسن صاحب کے کلام کو قبولیتِ عامہ کا شرف بخشے اور موصوف کے لیے توشۂ آخرت اور سامانِ نجات بنائے۔ (آمین بجاہِ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(۱۳؍ربیع النور ۱۴۲۹ھ بروز سنیچر، مشمولہ: سخن کی معراج: توفیق احسن برکاتی، ممبئی، ص ۵/۱۱)

# ’’گلزارِ نعت‘‘ پر ایک نظر

جنوبی ہند کے نوعمر و تازہ کار نعت گو شاعر و ادیب، عالم و صحافی مولانا غلام ربانی فؔدا صاحب نے دنیاے ادب کے لیے اپنی تقدیسی شاعری کا اولین دل کش و دل نشین تحفہ ’’گلزارِ نعت‘‘ کے نام سے پیش کیا ہے۔ جو اپنے دامن میں الفت و عقیدتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعظیم و توقیرِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش نما گوہر ہاے آب دار لیے ہوئے ہے۔ فؔدا صاحب نے ’’گلزارِ نعت‘‘ کا انتساب جہانِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر طلوع ہونے والے درخشاں ستاروں کے نام کرتے ہوئے اپنے اولین و حسین گلدستۂ عقیدت و محبت کو ان مقدس ہستیوں کے نام نذرانۂ عقیدت کیا ہے جن کی آنکھیں حسرتِ دیدارِ گنبدِ خضرا میں خاموش و پُر سکوں راتوں میں اشکوں کے گوہرِ نایاب لُٹاتی ہیں۔ فؔدا صاحب کا یہ والہانہ اظہاریہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دربارِ مدینہ کی حاضری کے لیے بے قرار دلوں کے تئیں ان کے مخلصانہ سوزِ دروں کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔ فؔدا صاحب کا یہ خوب صورت اور پاکیزہ تصور و تخیل آپ کے سچے عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مخلص خادمِ نعت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

نعت گوئی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں؛ بل کہ یہ شرف اسی سعادت مند کو حاصل ہوتا ہے جس پر فضلِ خداوندی اور فیضِ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر نور چادر سایا کناں ہوتی ہے۔ سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ نعت گوئی کسبی نہیں بل کہ وہبی چیز ہے۔ اچھے اچھے نام ور شعرا بھی اس میدان میں اپنا فکری و فنی اظہاریہ پیش کرنے سے گریز کرتے نظر آتے ہیں۔ فؔدا صاحب لائقِ تحسین و آفرین ہیں کہ انھوں نے انتہائی قلیل عمری میں میدانِ نعت گوئی میں قدم رکھا اور کامیابی کی منزلیں پار کر رہے ہیں؛ جس کا ثبوت پیشِ نظر مجموعۂ کلام ’’گلزارِ نعت‘‘ ہے۔ ۱۹۸۸ء میں آنکھ کھولنے والا یہ نوعمر شاعر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جن شاعرانہ نزاکتوں اور فنی لطافتوں کے ساتھ نغمہ سرا و نوا سنج ہے۔ ان کو دیکھتے ہوئے عقل متحیر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ کہیں کہیں زبان و بیان کی خامیاں راہ پا گئی ہیں لیکن کہیں کہیں یہ احساس ابھرتا ہے کہ یہ اتنی کچی عمر کے شاعر کا کلام ہے یا بڑی عمر کے کسی کہنہ مشق شاعر کا......

’’گلزارِ نعت‘‘ میں شامل نعتیہ کلام شاعرِ محترم کی ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے



الفت و عقیدت کے اظہار میں محتاط رویوں کا حامل نظر آتا ہے۔ آپ نے نعتیہ شاعری کے اصول و ضابطہ کو فنی و شعری مہارت کے ساتھ برتنے میں کامیابی کا مظاہرہ کیا ہے۔ چوں کہ آپ نے نعتیہ ادب کا وسیع مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے۔ نعتیہ ادب پر جاری کتابی سلسلوں کو گہرائی سے پڑھا اور پرکھا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ خود بھی ہندوستان سے حمد و نعت کے حوالے سے پہلے معیاری ادبی رسالہ سہ ماہی ’’جہانِ نعت‘‘ کے مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ مذکورہ رسالہ میں نعت، آدابِ نعت، تنقیدِ نعت، نعتیہ کلام میں موضوع روایتیں اور نعتیہ ادب میں احتیاط کے تقاضے وغیرہ جیسے روشِ عام سے منفرد اور جداگانہ موضوعات پر مضامین و مقالات کی کہکشاں سجی رہتی ہے۔ جس شاعر و مدیر کی ادارت میں شائع ہونے والے سہ ماہی رسالہ میں اس قسم کے مضامین کی اشاعت عمل میں آتی ہو اس کے کلام میں حزم و احتیاط کا پایا جانا ضروری ہو جاتا ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتے ہوئے خود عمل کرنا بہتر ہوتا ہے۔ بہ ایں سبب جب ہم ’’گلزارِ نعت‘‘ کا انتقادی جائزہ لیتے ہیں تو یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے عقائد و نظریات اور جذباتِ محبت و الفت کے بیان میں موضوع و من گھڑت واقعات و قصص سے اجتناب برتا ہے۔ ’’گلزارِ نعت‘‘ کو وارداتِ قلبی اور اظہارِ عشق میں نعتیہ ادب کی قابلِ احترام اور پاکیزہ روایتوں کی علم برداری کا اشاریہ بنانے میں فؔدا صاحب کامیاب و کامران دکھائی دیتے ہیں۔

غلام ربانی فؔدا نے اپنی نعتوں کے حوالے سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی و نفاست، حسنِ اخلاق، اسوۂ حسنہ، جلال و جمال، معجزات و کمالات، اختیارات و تصرفات، جود و سخا، عفو و درگزر، لطف و عطا کے علاوہ فراقِ حبیب (ﷺ)، ہجرِ دربارِ رسول (ﷺ)، آپ سے استغاثہ و فریاد، احساسِ گناہ، شفاعت طلبی، اصلاحِ معاشرہ، انقلابِ امت وغیرہ جیسے موضوعات کو پیش کیا ہے۔ ’’گلزارِ نعت‘‘ میں نعتیہ کلام کے علاوہ مناقب و قصائد کی فصلِ بہاری بھی مشامِ جاں کو معطر کرتی ہے، فؔدا نے اپنے بزرگوں کے ساتھ جس ارادت و عقیدت کا شاعرانہ اظہار کیا ہے اس کے پُر خلوص ہونے سے انکار ممکن نہیں ہے۔

بہ اعتبارِ مجموعی فؔدا صاحب کی نعت گوئی تصنع و بناوٹ، افراط و تفریط اور مبالغہ آرائی سے پاک و صاف ہے۔ آپ کے اشعار عقیدت و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار ہیں۔ بعض بحریں دل آویز و مترنم ہیں۔ الفاظ و تراکیب کا رکھ رکھاو بھی دل کش و دل نشین ہے۔ آپ کی یہ شعری کاوش قابلِ ستایش ہے۔ اتنی کم عمری میں ایسا عمدہ ذخیرۂ نعت و منقبت اہلِ علم و دانش کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں

یقیناً کامیابی حاصل کرے گا۔ کتاب معنوی لحاظ سے خوب صورت تو ہے ہی، صوری لحاظ سے اسے دیدہ زیب بنانے میں مزید کوشش کی جاسکتی تھی۔ کمپوزنگ اور سیٹنگ کی طرف سے بے اعتنائی نہ برتیں تو بہتر ہوگا۔ قاری کو کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے جمالیاتی پہلو بھی متاثر کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آیندہ اس سمت بھی توجہ مرکوز رکھی جائے گی۔ بہ ہر کیف! میں فؔدا صاحب کو ''گلزارِ نعت'' کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں۔ شاعرانہ نزاکتوں اور لطافتوں کو مشق و ریاضت سے مزید نکھارتے ہوئے اظہارِ عقیدت و محبت میں فؔدا صاحب مستقبل کے بہترین نعت گو شاعر کی حیثیت سے دنیاے ادب میں مقامِ اعتبار حاصل کرتے ہوئے سرخ رُو ہوسکیں؛ یہی میری دلی تمنا اور دعاے قلبی ہے۔ اخیر میں ''گلزارِ نعت'' سے چند اشعار نشانِ خاطر کرتے ہوئے لطف و سرور حاصل کریں ؎

ہم نے بزمِ خیال سے اپنی
لذّتِ یادِ مصطفا مانگی

دل میں یہ آرزو لیے زندہ ہوں آج تک
سرکار میرے گھر میں ہوں، ایسی بھی شام ہو

جو شمع یادِ نبی کی جلائی جاتی ہے
تو روشنی کی کرن دل پہ چھائی جاتی ہے

صرف ہو شوقِ عبادت نہ رہے زر کی ہوَس
اور دل سے نہ کبھی اُلفتِ سرور جائے

نیچی نظریں کیے دربار میں ہم آتے ہیں
غم کے مارے ہیں لیے سیکڑوں غم آتے ہیں

ہم کو سرکار بچا لیجے کہ ظالم انساں
ہم پہ کرنے کے لیے مشقِ ستم آتے ہیں

تاریک جو راہیں ہیں ہوجائیں گی وہ روشن
سرکار کی یادوں کو ہم راہِ سفر رکھیے

نظر کے سامنے جب گنبدِ خضرا رہے گا تو
زباں خاموش ہوگی اور یہ دل بولتا ہوگا

عشقِ احمد میں ہوئے گم تو حقیقت یہ ہے
نعت گوئی میں عجب ہم کو مزا ملتا ہے

پڑھتے رہتے ہیں عقیدت سے درود اور سلام
غنچۂ حسرت و ارمان کِھلا ملتا ہے

میں جب بیٹھتا ہوں فؔدا نعت لکھنے
تو موتی سے جھڑتے ہیں نوکِ قلم سے

ان کا غلام ہوں میں اعزاز کم نہیں ہے
آقا کا میرے مجھ پر کس دم کرم نہیں ہے

کیا ان کی بڑائی کا ہو ذکر فؔدا ہم سے
بس بعدِ خدا ان کا رتبہ ہی بڑا دیکھا

دونوں جہاں کے وہ قاسم ہیں ، پھر بھی چٹائی کا بستر
فاقوں میں مُسکانے والے ، میرے آقا میرے حضور

۲۷؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ/۳؍مارچ ۲۰۱۱ء



# ارشؔد مینا نگری اور نعت گوئی میں ہیئتی تنوع

جناب مومن عبدالرشید المعروف ارشؔد مینا نگری شعری ادب کے ایک ہمہ جہت، پُر گو، زود نویس اور فعال و متحرک فن کار ہیں۔ ان کی فنی ریاضتیں اور مشقتیں نصف صدی کے لگ بھگ محیط ہیں۔ اپنے مخصوص لب و لہجے اور پاٹ دار آواز کے سبب مشاعروں کی دنیا میں آپ کی شخصیت ہر دل عزیز مانی جاتی ہے اور آپ کا شمار بھی مقبول ترین شاعروں میں ہوتا ہے۔ آپ کا فکری و فنی اور شعری و ادبی سفر مبدءِ فیاض کے ودیعت کردہ وجدان و شعور کی روشنی میں مسلسل جاری و ساری ہے۔ اردو کی مروجہ بیش تر اصنافِ سخن میں آپ کام یاب طبع آزمائی کررہے ہیں۔ حمد و نعت، مناجات و مناقب، سلام و دعا، قصیدہ، غزل، غزل نما، آزاد غزل، نظم، آزاد نظم، معرا نظم، مرثیہ، رباعی، قطعہ، گیت، دوہا، سانیٹ، ہائیکو، ثلاثی، مربع، مسدس، مخمس، ماہیے، کہہ مکرنی، سری چھند اور ٹپے وغیرہ اصناف میں آپ کے کلام بہ کثرت موجود ہیں۔ ارشد صاحب کا ذہن و فکر جس انداز سے دنیاے شعر و ادب کو اپنی گراں قدر شعری و دبی خدمات سے مالا کررہا ہے وہ آپ کو تا دیر زندہ رکھنے کے کافی ہے۔ اردو زبان و ادب کی معتبر اور جید شخصیات نے آپ کو فراخ دلی کے ساتھ سراہا ہے جو آپ کی مقبولیت کی بین دلیل ہے۔ احساس، نئے اُجالے، دھرتی کے تارے اور عید جیسی شعری تصانیف طبع ہوکر اپنی انفرادیت اور ہیئتی تنوع کا نقشِ جاوداں کائناتِ ادب پر مرتسم کررہی ہیں۔

اردو میں حاؔلی، نظؔیر، اکؔبر اور اقبؔال وغیرہ کے یہاں مختلف موضوعات پر اچھی اچھی نظمیں ہمیں شاد کام کرتی رہتی ہیں۔ لیکن ارشؔد مینا نگری کے یہاں موضوعاتی تجربات کا کینوس ایسا وسیع اور منفرد ہے کہ مختلف موضوعات پر آپ کے مکمل مجموہاے کلام مرتبہ ہیں جو آپ کے شعری امتیاز کی علامت ہیں۔ ''عید'' پر آپ کی شعری تصنیف میرے روبہ رو ہے یہ کتاب ادب کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے جس میں عیدالفطر جیسے عظیم اسلامی تہوار کی معنویت اور افادیت کو کئی اصناف کا استعمال کرتے ہوئے اُجاگر کرنے کی کام یاب کوشش کی گئی ہے۔

اس مجموعہ میں شامل بیش تر کلام منظر نگاری، عصری حسیت اور احساسات کی بالغ ترجمانی کے ساتھ ساتھ نشاط و انبساط کا دل کش عکاس ہیں جو قاری و سامع کو کیف و سرور عطا کرتے ہیں۔ کئی نظموں میں رواداری، مفلسوں کی اعانت اور غربا کی ہم دردی کا اظہار جس کربیہ آہنگ کے ساتھ کیا گیا ہے وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے کر چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض نظموں میں خیالات اور افکار کا اعادہ بھی ہمیں نظر آتا ہے لیکن پیرایۂ بیان میں جو نفاست ہے اُسے دیکھتے ہوئے ہم ایسے اشعار کو تکرار کے نقائص کا آئینہ دار نہیں قرار دے سکتے۔

منوّر رانا کا ''ماں'' پر لکھے گئے مختلف شعروں کا ایک انتخاب ''ماں'' کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے، لیکن اُسے ''ماں'' پر مستقل شعری تصنیف نہیں کہی جا سکتی۔ نوجوان شاعر و ادیب، عالم و مفتی محمد توفیق احسؔن برکاتی مصباحی (ممبئی) کا ''ماں'' پر مبنی ایک دل کش مجموعہ ''ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی'' فروری ۲۰۱۰ء میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ ارشؔد صاحب کا بھی ''ماں'' جیسی مقدس ہستی کے مراتب و مناقب کو ظاہر کرتا ہیئتی تنوع اور فنی محاسن سے آراستہ ایک وقیع شعری مجموعہ عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے۔ امید ہے کہ دیگر تصانیف کی طرح یہ بھی اپنی شناخت بنانے میں کام یاب ہوگا۔ اسی طرح قطعات کا ایک مجموعہ ''بولتے پتھر'' زیرِ طبع ہے اور شادی بیاہ کے موقع پر پڑھی جانے والی تہنیتی نظم جسے ''سہرا'' کہا جاتا ہے اس مقبولِ عام صنف پر مبنی خوب صورت مجموعہ ''سہروں کے چہرے'' بھی طباعت کے مراحل سے گذرنے والا ہے۔

ارشؔد مینا نگری کے سینے میں ایک دردمند دل دھڑکتا ہے جو محبت آشنا اور الفت ریز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے احساسات و جذبات کا اظہار کرتے ہوئے شاعری کے ذریعہ اصلاحِ اعمال کا کام لینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

اصنافِ ادب میں حمد و نعت، مناقب و سلام، مناجات و دعا ایسی اصناف ہیں جنھیں تقدیسی حیثیت حاصل ہے یہ وہ پاکیزہ اصناف ہیں جن پر طبع آزمائی کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں خصوصاً نعت گوئی کا فن تو خالص اللہ عزوجل کی عطا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں سے شاعر کو میسر آتا ہے۔ اردو کا ہر چھوٹا بڑا شاعر خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس نے تبرکاً حمد و نعت ضرور لکھی ہے۔ لیکن یہ سعادت بہت کم شعرا کے حصے میں آئی ہے کہ مکمل مجموعۂ کلام اور دواوین اس مقدس صنف پر مشتمل منظرِ عام پر آئے ہوں۔ امام احمد رضؔا بریلوی، امیؔر مینائی، محسؔن کاکوروی، حسؔن رضا بریلوی وغیرہم



جیسے شعرائے کرام کے نعتیہ کلام تو آفاقی مرتبے کے حامل ہیں، آج ہمارے قلوب و اذہان کو ان کے کلام محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ بصیرت عطا کر رہے ہیں۔ ان حضرات نے نعتیہ ادب کے فروغ و ارتقا میں جو کردار ادا کیا وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ یہ انھیں نفوسِ قدسیہ کی کوششوں کا حسین ثمرہ ہے کہ آج نعت جیسی محترم اور پاکیزہ صنف، ادب کے عصری منظرنامہ پر بے پناہ مقبول ہے۔ حتیٰ کہ بعض ناقدین اکیسویں صدی کو نعت گوئی کی صدی خیال کر رہے ہیں۔

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ دنیا نے وہ دور بھی دیکھا جب نعت کو بہ طورِ صنف تسلیم کرنا تو کُجا اسے شاعری سے ہی خارج کر دیا گیا تھا، انجمن ترقی پسند مصنفین اور حلقۂ اربابِ ذوق کے غلبے نے لاکھ کوشش کی کہ اس صنف کو پروان چڑھنے نہ دیا جائے لیکن آزادی کے بعد بعض جدید شعرا نے کائناتِ عالم کو اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منور و مجلّا کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور سببِ تخلیقِ کائنات اور وجہِ حیاتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، اخلاق و کردار اور شمائل و فضائل سے تاریک ذہنوں کو نورِ یقین عطا کرنا شروع کر دیا ان میں حفیؔظ میرٹھی، حسنیؔن رضا بریلوی، حافؔظ پیلی بھیتی، مصطفیٰ رضا نورؔی بریلوی، زائرِ حرم حمیؔد صدیقی لکھنوی، ضیؔا بدایونی، نعیؔم صدیقی، یونسؔ قنوجی، ماہؔر القادری، سید محمد اشرفی سیؔد کچھوچھوی وغیرہم کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ نعت گوئی کے ذریعہ شعور و فکر کی طہارت و پاکیزگی سے ہم کنار کرنے والوں میں علاوہ ان شعرا کے نعت گوئی کے فن کو وسعت دینے میں عمیؔق حنفی، عبدالعزیز خالؔد، شمؔس بریلوی، رازؔ الہ آبادی، عثمان عارفؔ نقش بندی، حفیؔظ تائب، اعظؔم چشتی، راجا رشیؔد محمود، شبنؔم کمالی، قیصؔر وارثی، اخترؔ الحامدی، مظفؔر وارثی، اجمؔل سلطان پوری، طلحہ رضوی برقؔ دانا پوری، سید شمیم گوہؔر الہ آبادی وغیرہم کی خدمات لائقِ قدر ہیں۔

یہ بات بڑی خوش آیند ہے کہ آج ہند و پاک میں کئی شعرا ایسے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو نعت گوئی کے لیے وقف کر رکھا ہے ان میں سید آلِ رسول حسنین نظؔمی مارہروی، اخترؔ رضا ازہری بریلوی، ابرارؔ کرت پوری، خلیؔل وارثی، سید صبیؔح رحمانی وغیرہم نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ اور بعض شعرا ایسے بھی ہیں جنھوں نے دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے فن سے بھی اپنا والہانہ رشتہ استوار رکھا اور مدحتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے گل بوٹے کھلائے۔ ایسے شعرا میں بیکؔل اُتساہی، نادؔم بلخی، حماد احمد صابر قادری، علیؔم صبا نویدی، سید وحیؔد اشرف کچھوچھوی، سلیم شہزاد، اشفاق انجم، ناوکؔ حمزہ پوری، ظہیرؔ غازی پوری، مناظر عاشق ہرگانوی وغیرہم کے شانہ بہ شانہ ارشؔد مینانگری کا شمار بھی کیا جانا چاہیے کہ ان کے

یہاں قابلِ لحاظ تعداد میں نعتیہ کلام موجود ہیں۔مسرت وانبساط کی بات تو یہ ہے کہ ایک ایسے دور میں جب کہ نعت کو صنفی حیثیت دینے میں ناقدین پس وپیش میں مبتلا تھے ارشدؔ صاحب نے محض غزل کی ہیئت میں محصور نہ رہتے ہوئے اردو میں رائج کئی اصناف میں نعتیں قلم بند کیں اور یہ باور کرادیا کہ نعت صرف ارادتِ اسلامی اور تقدس وطہارت کی بنا پر ہی نہیں بل کہ ہیئتی اور صنفی تنوع کے لحاظ سے بھی ایک ایسی ہمہ جہت اور طاقت ور صنفِ سخن ہے کہ دوسری اصناف اس کے پاسنگ برابر بھی نہیں۔ ارشدؔ صاحب کے یہاں غزل،غزل نما، رباعی، قطعہ، ثلاثی، نظم، گیت، دوہا، ہائیکو، سانیٹ، مربع، مسدس، مخمس وغیرہ اصناف میں نعت گوئی کے کام یاب تجربات جلوہ فگن ہیں۔نعت گوئی میں ایسا ہیئتی تنوع اور کثیر صنفی انداز دیگر شعرا کے یہاں خال خال نظر آتا ہے۔ارشدؔ صاحب کی یہ کاوشیں فنِ نعت گوئی سے آپ کے مخلصانہ لگاو کا پتا دیتی ہیں۔موصوف کے زیرِ طبع نعتیہ مجموعۂ کلام ''رحمۃ للعالمین'' سے مختلف ہیئتوں میں قلم بند کیے گئے نعتیہ کلام خاطرنشین کریں ؂

## رباعی

احساسِ تمنا ہے منور میرا — میں خود ہی نظر آتا ہوں ہم سَر میرا
سرکار کے در پر ہے جھکی میری جبیں — پہنچا ہے بلندی پہ مقدر میرا

## قطعہ

اک بشر صاحبِ معراج بنا — عظمتوں کے جہاں کا راج بنا
آپ کا ہر قدم خدا کی قسم — عرشِ اعظم کے سر کا تاج بنا

## دوہا

راحت خیز خزینہ ہے ، شیوہ احمد کا
رحمت بیز نگینہ ہے ، رستہ احمد کا

## غزل (مطلع وشعر)

ذاتِ احمد اگر نہیں آتی — زندگی راہ پر نہیں آتی
دیدِ احمد میں جس کی آنکھ کھلی — نیند اُسے عمر بھر نہیں آتی



## غزل نما (مطلع وشعر)

قدوم، عرشِ علا پہ جس کے، بلندیوں کا نصیب ہے وہ
عجیب ہے وہ، عجیب ہے وہ
عداوتوں کا مزاج بدلا ، خباثتوں کا بھی راج بدلا
محبتوں کا نقیب ہے وہ

## نظم (ایک بند)

فخرِ کائنات مصطفیٰ — عظمتِ حیات مصطفیٰ
جن کو پَر نہیں تھے پَر دیے
بے بسی کو ختم کر دیے
دامنِ جہان بھر دیے
ان کے خالی ہاتھ مصطفیٰ — فخرِ کائنات مصطفیٰ

## گیت (مکھڑا و بند)

مصطفیٰ تمہیں تم ہو خلق کے نظاروں میں — مسکرائے تم ہی تم چاند میں ستاروں میں
شبنمی اُجالوں میں کون مسکراتا ہے
گوہروں کی جھل مل میں کون جگمگاتا ہے
ہیروں کی چمک بھردی کس نے رہگذاروں میں — مصطفیٰ تمہیں تم ہو خلق کے نظاروں میں

## ثلاثی

خارزاروں کو لالہ زار کیا
مصطفیٰ کی نگاہ نے ارشدؔ
جلتے صحرا کو برف بار کیا

## ہائیکو

ہیں شاہِ لولاک
آپ کے قول وفعل سبھی
سرتاسرادراک

## سانیٹ

بے محل بندشوں کو توڑ دیا
بچھڑے ملنے لگے ہیں صحرا میں
پھول کھلنے لگے ہیں صحرا میں
فکر کو خوش گوار موڑ دیا
☆
خار بھی گُل صفت نظر آئے
جیسے یک سَر بدل گیا موسم
سر خوشی سے مچل گیا موسم
نخلِ امید میں ثمر آئے
☆
ہر سو اوجھل ہوئے ہیں اندھیارے
روشنی کا نصیب جاگ اٹھا
زندگی کا نقیب جاگ اٹھا
مسکرانے لگے ہیں اُجیارے
☆
مصطفیٰ کے خلوص کی نکہت
زحمتوں میں بھی بن گئی رحمت

ارشدؔ میناںگری نے اپنے کلام کو عقیدت وارادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پُر اثر اظہاریہ بنانے کے ساتھ ساتھ رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلا اخلاق وکردار، اسوۂ حسنہ، پاکیزہ شب و روز، اصولِ امن ومساوات، عدل وانصاف، رحم ومروت، ایثار وقربانی اور نظم وضبط کا بے دار کُن اشاریہ بھی بنایا ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں اردو کے ساتھ ہندی بھاشا اور گیتوں کی لفظیات کے علاوہ تشبیہات، استعارات، محاورات، محاکات، پیکرات، ترکیبات، علامات، جمالیات، نئے امکانات، جدید تجربات اور ہیئتی تنوع وغیرہ شعری محاسن کو عمدگی سے فن کارانہ طور پر برتنے کی کام یاب کوشش کی ہے۔ جو تاثیر کے جوہر سے سجی ہوئی ہیں۔

ارشدؔ صاحب کی نعتوں میں مقصدیت اور معنویت پائی جاتی ہے، عالمی سطح پر اُمتِ مسلمہ کی روبہ زوال عظمت وشوکت کا المیہ پیش کرنے کی بجائے آپ نے براہِ راست اِس عظیم بیماری کے علاج و



مداوا کی بات کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ سیرتِ طیبہ کا عامل کبھی بھی رسوا نہیں ہوسکتا، فنِ نعت گوئی کے لوازمات اور آدابِ نعت کا پاس ولحاظ بھی آپ کی نعتوں میں ملتا ہے۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سراسر قرآن کی تفسیر ہے اور آپ کے جملہ افعال واعمال اور اقوال وفرامین **وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِن هُوَ اِلا وَحْیٌ یُّوحیٰ** ' کے مصداق حق تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں۔ اِس اعتبار سے ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومنصب کتنا بلند وبالا ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ شاعر کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ نعت لکھتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھے کہ وہ جس بارگاہِ عظمت نشان کے لیے قلم اٹھا رہا ہے وہ بارگاہ ممدوحِ خالقِ کائنات جل شانہٗ بھی ہے، یہاں ''باخدا دیوانہ باش وبامحمد ہوشیار'' کی نازک ترین منزل ہمہ دم پیشِ نظر رہنی چاہیے۔

اِس تناظر میں ارشدؔ میناںگری کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''رحمۃ للعالمین'' کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد یہ احساس ابھرتا ہے کہ آپ نے اپنے کلام کو رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت ومحبت کے تئیں مبالغہ وغلو سے پَرے قرآنی ادب کا مظہر بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی آپ کے کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے عطا کردہ نوازشات وانعامات، تصرفات واختیارات اور عظمت ورفعت کا بالغ اقرار بھی ملتا ہے۔ غرض یہ کہ ارشدؔ صاحب نے اپنے مجموعۂ کلام کے نام ''رحمۃ للعالمین'' کو اسم بامسمّیٰ بنانے کے لیے اپنی نعت گوئی کے ذریعہ عقیدہ وعقیدت کے ساتھ کائناتِ ارضی پر بسنے والے جملہ انسانوں کو اُسوۂ حسنہ کا آفاقی پیغام دینے کی سعیِ بلیغ کی ہے جو لائقِ تحسین وآفرین ہے، ''رحمۃ للعالمین'' سے چند اشعار نشانِ خاطر ہوں ؎

یادِ نبی سے رشتہ ہے جس کے شعور کا — اُس کا شعور حاصلِ عرفان و آگہی
سنّت ہے محمد کی دشمن کو دعا دینا — کانٹوں کو بھی پھولوں کا احساس دلا دینا
زندگی راہ پر نہیں آتی — ذاتِ احمد اگر نہیں آتی
خلد کا راستا نظر آیا — نقشِ پا آپ کا نظر آیا

..................

تری رہ گزر میں جگہ جگہ کہیں عرش ہے کہیں طور ہے — یہ ترے قدم کے فیوض ہیں یہ ترے قدم سے ظہور ہے

..................

ہم پھر گئے تعلیمِ رسولِ عرَبی سے
بو بکر و عمر حضرتِ عثمان و علی سے

مطلق ذلیل ہوکے پشیمان نہیں ہیں
صد حیف کہ ہم عاملِ قرآن نہیں ہیں
یوں دور ہوئے جذبۂ احساسِ خودی سے
ہم پھر گئے تعلیمِ رسولِ عربی سے

المختصر یہ کہ پیشِ نظر مجموعۂ کلام ارشدؔ بیناگری کی فکری و فنی گہرائی و گیرائی کا ایک دل کش اظہار یہ ہونے کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری کے حوالے سے مختلف ہیئت اور اصناف کے بلیغ تجربات کا آئینہ دار بھی ہے۔ مختلف ہیئتوں اور اصنافِ سخن میں اتنی خوب صورت نعتیں لکھنے پر میں ارشدؔ صاحب کو صمیمِ قلب سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ موصوف کے دیگر مجموعہ ہائے کلام کی طرح نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی یہ خوب صورت نذرانۂ عقیدت بھی قبولیتِ عامّہ سے سرفراز ہوگا جو اِن شآءاللہ آپ کے لیے توشۂ نجات بنے گا۔ (۶؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ/ ۹؍جون ۲۰۱۱ء بروز جمعرات)

"گذشتہ کچھ برسوں میں نعتیہ کلام کے جو مجموعے سرزمینِ مالیگاؤں میں طلوع ہوئے وہ یقیناً اپنی مثال آپ ہیں۔ ان میں ایک مجموعہ "لمعاتِ بخشش" ہے جس کے مصنف محمد حسین مُشاہدؔ رضوی ہیں۔ ان کے اس مجموعۂ نعت کو دیکھ کر کئی طرح سے حیرت ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ اس کم عمری میں انھوں نے ایک گہرا دریا پار کرنے کی کوشش کر ڈالی ہے، دوسرے یہ کہ اس دریا کے بہت سے گوہرِ آب دار ان کی دست رَس سے قریب تر ہیں اور تیسرے یہ کہ انھوں نے ثابت کر دیا کہ فکر و فن کا دریا عبور کرنے کے لیے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ ان تمام نکات سے ان کی مستحکم خود اعتمادی کا چہرہ جھانکتا ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ شمشیرِ بے نیام کی گردش اور آزمائشوں کی صلیبیں ان کا راستہ اب روک نہیں سکتے کیوں کہ وہ "لمعاتِ بخشش" کی منزل پر پہنچ چکے ہیں۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ اس عمر کے شعرا جب شاعری کی طرف رجوع ہوتے ہیں تو اُن کی نگاہیں کج ادا صنفِ سخن غزل پر مرکوز ہوتی ہیں لیکن مُشاہدؔ رضوی اسلام، سیدالانبیا ﷺ اور بزرگانِ دین کے وسیع تناظر میں اپنی شاعری کا آغاز کرتے ہیں۔ یہ ایک بڑی بات ہے اور ایسی مثالیں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اس مثال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ "لمعاتِ بخشش" کے شاعر میں حُسنِ اخلاق و کردار اور حُسنِ فکر و نظر کے ساتھ حُسنِ انتخاب کا بھی وصف موجود ہے......مُشاہدؔ رضوی کی نعت گوئی ایک اعلا مقصد کی طرف گامزن ہے۔ ان نعتوں کی زیریں رَو میں دنیا کے تمام اندھیروں کو دُور کر کے چاروں طرف روشنی پھیلانے کی خواہش اور سرورِ کائنات ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور اُن کی ذاتِ باصفات و باکمال سے محبت رکھنے کی خوش بُو موجود ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ مُشاہدؔ رضوی کی نعتیہ شاعری حضورِ پاک ﷺ کے وسیلہ سے انسان کے روحانی سفر کا احاطہ کرنے کے علاوہ سیدالبشر ﷺ سے اپنی والہانہ اور ہوش مندانہ عقیدت کا چراغ بھی روشن کر رہی ہے۔"

**سلطان سبحانی**، مالیگاؤں



# قاری تابشؔ مالیگانوی اور فنِ نعت گوئی کی تابشیں

نعت ادب کی جملہ اصناف میں سب سے محترم و مکرم، محبوب و پاکیزہ اور تقدس مآب صنفِ سخن ہے۔ جو اپنی ابتدائے آفرینش سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، اخلاق و کردار اور سیرتِ طیبہ کے اظہار و ابلاغ کا وسیلہ ہے۔ یوں تو نعت کی ابتدا روزِ میثاق النبیین ہی سے ہوگئی تھی لیکن باضابطہ اس مقدس صنف کا آغاز بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ نعتیہ ادب کے جید محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نعت گوئی میں اولیت کا شرف جناب ابوطالب کو حاصل ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین نعت گو شاعر کہلائے۔ تاریخِ اسلام میں تین نعت گو اصحابِ رسول حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم "شعرائے رسول الثقلین" کے مہتم بالشان لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مدحتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے خوب صورت گل بوٹے کھلائے جن کی خوشبوئیں مشامِ جان و ایمان کو معطر و معنبر کر رہی ہیں۔ دراصل ان اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی زبانِ فیض ترجمان نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جو بڑے بڑے سحر البیان فصحا اور خطبا سے ممکن نہ تھا، ان نفوسِ قدسیہ نے انسانی ادب کو نعت جیسی عظیم المرتبت اور باعظمت صنف سے نہ صرف آشنا کیا بل کہ صاحبِ قرآن کو پیشِ نظر رکھ کر قرآنی ادب کے ساتھ نعت گوئی کے لیے عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر کے آداب بھی ظاہر فرمائے۔

صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے بعد اسلام جب رفتہ رفتہ اکنافِ عالم میں پھیلنا شروع ہوا تو نعت گوئی کے فن میں بھی وسعت ہونے لگی، عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو میں نعت گوئی کا مقدس سفر جاری رہا۔ ذخیرۂ نعت میں دنیا کی بیش تر زبانوں میں نعتیہ کلام وافر مقدار میں موجود ہیں، راقم نے اپنے پی. ایچ. ڈی مقالہ "مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ" میں ۲۵؍ سے زائد زبانوں میں نعتیہ کلام بہ طورِ نمونہ پیش کیے ہیں۔ جس سے نعت کی آفاقیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اردو نعت گوئی میں کفایت علی کافیؔ، امام احمد رضا بریلوی، امیر مینائی، محسن کاکوری، حسن

رضا بریلوی، وغیرہ نے جو اُجلے نقوش مرتب کیے ہیں ان سے اربابِ علم و دانش بہ خوبی واقف ہیں۔ عصری ادب کے منظر نامہ پر نعت گوئی اس قدر مقبول ہے کہ سب سے زیادہ اب اسی صنف پر طبع آزمائی ہو رہی ہے۔اس اعتبار سے اکیسویں صدی کو نعت گوئی کی صدی قرار دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔

گہوارۂ علم و ادب مالیگاؤں کی علمی و ادبی اور مذہبی و سماجی حیثیت کو اک جہان نے تسلیم کیا ہے۔ یہاں بڑے بڑے علما، فقہا، حفاظ، قرا، ادبا اور شعرا نے جنم لیا اور مختلف میدانوں میں اپنی مخلصانہ خدمات کے ذریعہ شہرِ عزیز کے نام کو وقار بخشا۔ شاعروں اور ادیبوں کے اس شہر میں ادب کی جملہ اصناف پر مسلسل کام جاری ہے۔ کئی شعرا نے دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کو بھی اپنا وطیرہ بنائے رکھا اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی، اوصافِ جمیلہ، اخلاق و کردار، سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ سے فضائے بسیط میں نورِ یقین بکھیرنے کا کام انجام دیا اور دے رہے ہیں ان میں ایک نمایاں نام قاری تابشؔ مالیگانوی کا بھی ہے۔

محترم قاری تابشؔ صاحب مالیگاؤں کے مشہور و معروف، خوش الحان، کہنہ مشق اور بزرگ و محترم شاعر ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۱۹ء کو مالیگاؤں کے ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔ صرف جماعت چہارم تک تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم کا حصول کرتے ہوئے فنِ تجوید و قراءت میں وہ کمال حاصل کیا کہ شہر کے خوش الحان قرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ فنِ شعر گوئی میں مشہور شاعر وقار حیدری کی شاگردی اختیار کی۔ طبیعت مناسب اور موزوں تھی استاذِ محترم کی تربیت نے مزید کندن بنادیا۔ مشاعروں اور شعری نشستوں میں آپ اپنے مخصوص لب و لہجے اور دل آویز ترنم سے محفل پر ایک روحانی سماں باندھ دیتے ہیں جو قلب و روح کو متاثر کرنے کے ساتھ کیف و سرور سے ہم کنار کرتے ہیں۔ عمر کی جس منزل سے آپ گذر رہے ہیں اس میں آواز کے زیر و بم میں ارتعاش پیدا ہونے لگتا ہے، لیکن آپ کی غنائیت، نغمگی اور پاٹ دار لب و لہجہ اب بھی جوان اور تر و تازہ نظر آتا ہے جو آپ کی شخصیت کا اضافی اور توصیفی پہلو ہے۔

یوں تو تابشؔ صاحب نے شاعری کی کئی اصناف میں طبع آزمائی کے کام یاب جوہر دکھائے ہیں، آپ کی فکر رسا نے غزلیہ و بہاریہ شاعری کی لہلہاتی فصل بھی اگائی ہے۔ لیکن آپ نے نعت گوئی جیسی مقدس و محترم صنف کو بالخصوص بڑے پیمانے پر برتا ہے اور شہر و بیرونِ شہر یہی آپ کا شناخت نامہ بھی ہے۔ صنف نعت گوئی پر آپ کی نظر گہری ہے، اس فن کی نزاکتوں اور باریکیوں سے آپ بہرہ ور ہیں۔ آپ نے اس فن کو بہ حسن و خوبی نبھایا ہے۔ آپ نے نعتیں لکھیں اور خوب لکھیں۔ غرض یہ کہ نعت



گوئی سے آپ کا لگاؤ اظہر من الشمس ہے۔ آپ کے فرزند محترم صالح صاحب بھی اسی وصف سے متصف کہلاتے ہیں۔

اس وقت میرے مطالعہ کی میز پر آپ کا مجموعۂ نعت ”متاعِ تابش“ سجا ہے اور جس نے مجھے اپنی گرفت میں لیا ہے لیکن میں سوچتا ہوں کہ مجھ جیسا ادب کا ادنا اور کم فہم طالب علم موصوف کے فکر و فن کی تہہ داریت کو کیسے کھول سکتا ہے۔ بہ ہر کیف! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی کے حوالے سے کچھ خامہ فرسائی کی جرأت کر رہا ہوں۔

نعت گوئی کا سب سے بڑا محرّک عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہمارے شعرا نے اسی جذبۂ خیر کے اظہار و ابلاغ کے لیے نعت گوئی کو بہ طورِ وسیلہ استعمال کیا، لیکن جاننا چاہیے کہ نعت ادب کی سب سے نازک اور مشکل ترین صنف ہے اس میں زبان و بیان، افکار و موضوعات، خیالات و احساسات اور لفظیات کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں شاعر بے ساختہ تیشۂ قلم چلاتے ہوئے وارداتِ قلبی کو زیبِ قرطاس نہیں کرسکتا بل کہ نعت گوئی میں اس کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ وہ کسی خیال کو فنی پیکر دینے سے پہلے نپے تلے الفاظ میں حُسنِ خطاب اور حُسنِ بیان کے ساتھ اسے سو بار احتیاط کی چھلنی میں چھان لے۔ نعت گوئی میں افراط و تفریط اور بے جا خیال آرائیوں کی چنداں گنجایش نہیں، نعت حقیقتاً ”اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں“ سے عبارت ہے۔ یہ فن انھیں خوش نصیب افراد کو حاصل ہوتا ہے جن پر فضلِ خداوندی اور عنایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔

قاری تابشؔ صاحب کے کلام کے مطالعہ کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے فنِ نعت کی تمام تر قیود و آداب کی پاس داری کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی کارگاہِ فکر میں اشعار کو ڈھالا ہے۔ موصوف کی بیش تر نعتیں غزلیہ فارم اور ٹیکنک میں ہیں۔ آپ کے نعتیہ کلام کے مطالعہ کے بعد یہ احساس دل پر منعکس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی شاعری کو شاعری برائے شاعری نہیں بل کہ شاعری برائے بندگی سے آراستہ و مزین کرنے کی سعیِ مشکور کی ہے۔

نعتیہ شعری کائنات کے دیگر نعت گو شعرا کی طرح تابشؔ صاحب کی نعتیہ شاعری کا محرک بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ نیک ہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں شاعر کی فکر و نظر جتنی مخلصانہ اور والہانہ ہوگی اس کے کلام میں اُتنا ہی زیادہ تاثیر کا جوہر جلوہ گر ہو کر قاری و

سامع کو اپنی گرفت میں لے گا۔ تابشؔ صاحب کے کلام میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دل کش تابشیں ہیں وہ متاثر کن ہیں جن کے پُرخلوص ہونے سے ناقد کو انکار ممکن نہیں۔ عشق ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں والہانہ مگر محتاط وارفتگی، اسوۂ حسنہ اور سیرتِ طیبہ کی آفاقیت و ہمہ گیریت اور اسلام کے تفوق و برتری کا یقینِ کامل تابشؔ صاحب کے کلام کے خصوصی عناصر ہیں۔ تابشؔ صاحب نے اپنے کلام کے ذریعے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خود شناسی، خدا شناسی اور عرفانِ نفس کے شانہ بہ شانہ معاشرے میں سرایت کردہ، مغربی افکار ونظریات، بداعمالیوں اور سیرتِ طیبہ سے دوری کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کو اجاگر کرکے ان کے اصلاح کی طرف توجہ مرکوز رکھی ہے ؎

حکیمِ دو جہاں کو چھوڑ کر غیروں کی حکمت سے
مریضِ قعرِ ذلت کا مداوا ہو نہیں سکتا
ان کی بتلائی ہوئی راہ سے ہٹ کر مت چل
سرخ کانٹے ہیں کہیں اور کہیں ہیں دلدل
ان کی ہر بات کو مضبوطی سے پکڑے رہنا
چھوٹ جائے نہ یہ رسی کہیں کھل جائے نہ بل

آپ نے اپنی شاعری کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ انسانیت کا کاررواں اپنا علمی وفکری سفر صحیح سمت گامزن کرنے کے لیے جب تک سیرتِ طیبہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنتوں کا عامل نہیں بنے گا کامیابی اس کے قدم نہیں چوم سکتی ؎

منزلیں بڑھ کے خود اس کا قدم لینے لگیں
جس نے جانی قدر و قیمت آپ کے پیغام کی
درسِ محبوبِ خدا بھول گئے بھول گئے
ورنہ بن جاتے ہر اک دور کی قسمت ہم لوگ

تابشؔ صاحب نے اپنی نعت گوئی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ، سیرتِ طیبہ، رحمتِ عامہ، شانِ کریمی ورحیمی، جود وعطا، شفاعتِ کبریٰ، مساوات واخوت، صبر ورضا، ایثار و قربانی، شانِ مسیحائی، ولادتِ باسعادت، فصاحت وبلاغت، اخلاق وکردار، قیادت وہدایت اور عظمت و رفعت کی آفاقیت کا بیان شاعرانہ نزاکتوں اور ادیبانہ مہارتوں کے ساتھ کیا ہے۔ آپ نے سیدھی سادی



اردو میں متاثر کن شعر کہے ہیں۔ زبان وبیان کی سادگی میں آپ نے الفاظ ومعنی کی حرمت کا بھی بہت خیال رکھا ہے۔ لفظیات کے انتخاب میں محتاط رہ کر اپنا مافی الضمیر ادا کیا ہے۔ سلیقہ مندانہ پیرایۂ اسلوب میں سلاست وروانی، شگفتگی وبرجستگی، پختگی وشیفتگی، تشبیہات واستعارات، علامات وتلمیحات اور دیگر فنی محاسن کو ادیبانہ اور عالمانہ چابک دستی سے استعمال کرنے کی کامیاب ترین کوشش کی ہے، چند اشعار نشانِ خاطر ہوں ؎

دل کتنے خورشید ہوئے ہیں ، ذرے بھی ناہید ہوئے ہیں
فیضِ پرتوِ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

جس سے غیروں کی بھی دیکھی نہ گئی تشنہ لبی
اس قدر درد بھری جود وسخا کس کی ہے؟

اب بھی دنیا گوش بر آواز ہے
تھے عجب معجز بیاں میرے نبی

دیکھیے تاثیرِ خطباتِ خطیبِ دوجہاں
گوش بر آواز ہیں محراب ومنبر آج بھی

ایک لمحہ بھی جو حضرت کی حضوری میں رہا
ننگِ انساں بھی یقیناً فخرِ انساں ہوگیا

بے جان کو جاں بخش دی پتھر کو زباں دی
انداز تو دیکھے کوئی اس چارہ گری کا

جواب ایسی کریمی کا دو عالم میں نہیں ملتا
کہ جس کے در پہ آکر دشمنوں نے بھی اماں پائی

جو ظلم قدسیوں سے بھی دیکھا نہ جاسکا
وہ ظلم اور آپ کا صبر و قرار لکھ

کچھ بن سکی نہ بارشِ رحمت کے سامنے
بجھتی گئی ہر آتشِ برق و شرار لکھ

تابشؔ صاحب نے بحور کے انتخاب میں بڑی مشاقی دکھائی ہے۔ آپ کی ردیفیں دل کش، زمینیں جدت وندرت کی آئینہ دار اور بحریں انتہائی مترنم اور نغمگی وموسیقیت سے معمور ہیں، آپ کے کلام میں سوز بھی ہے ساز بھی، جب آپ کا خوش الحان لب ولہجہ اپنے مخصوص ترنم میں نعتیں گنگناتا ہے تو سننے والے کیف آگیں جذبات سے سرشار ہونے لگتے ہیں۔ بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ مشاعروں میں تابشؔ صاحب کا طوطی بولتا تھا لوگ آپ کو سننے کے لیے گھنٹوں بیٹھے رہا کرتے تھے، جناب تابشؔ نے اپنے اس وصف کو رؤف وکریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے تعبیر کیا ہے ؎

اہلِ محفل کی زباں پر ہے جو تابشؔ تابشؔ
یہ انھیں کا ہے کرم ان کی عنایت اے دوست

تابشؔ صاحب کی شاعری کے خصوصی اوصاف میں ایک ہی لفظ کو شعر میں بار بار استعمال کرنے کے باوجود تکرارِ لفظی کے عیب کا نہ پایا جانا بھی ہے، آپ کے کلام میں کئی ایسے اشعار موجود ہیں

جن میں ایک ہی لفظ کو آپ نے ایسی فن کارانہ مہارت سے استعمال کیا ہے کہ تکرار کے نقص کی بجائے پیرایۂ بیان کا حُسن، نغمگی اور دل کشی قاری و سامع کو متاثر کرتی ہے اور دل سے واہ وا! کی داد نکلتی ہے ۔

حسرت کوئی حسرت ہے تو ہے حسرتِ دیدار     ارمانوں میں ارمان ہے ارمانِ مدینہ
یہ کرم کس کا عطا کس کی ہے کس کا فیض ہے     جو شکستہ دل بھی رشکِ طورِ سینا ہوگیا
وہ سکونِ بے سکوں ہے وہ قرارِ بے قرار     وہ نبی کا دردِ الفت ہے جو درماں ہوگیا
ادھر آؤ جنت کی جنت تو دیکھو     کھلا سب کی خاطر ہے بابِ مدینہ
تابشؔ مجھے تو ان کی شفاعت پہ ناز ہے     یہ ناز ہے وہ ناز جسے بار بار لکھ

اسی طرح تابشؔ صاحب کے خامۂ گل رنگ نے نت نئی ترکیباتِ لفظی کا نگارخانہ بھی اپنے کلام میں سجایا ہے، دو لفظی، سہ لفظی اور چہار لفظی تراکیب کے استعمال سے بلاغت کا کام لیا ہے اور وسیع مفہوم کا اظہار ان تراکیب سے کرتے ہوئے ان میں سماعی، مذوقی، شامّی، بصری، نوری، جمالیاتی پیکروں کی جھلملاہٹ سے اپنے کلام کو دو آتشہ بنا دیا ہے، یہ ترکیبیں اور پیکری بیانیہ لطف و سرور کو دوبالا کرتے اور جمالیاتی حِس کو محظوظ کرتے ہیں، بہ طورِ مثال چند ترکیبیں ملاحظہ کرتے چلیں اور براہِ راست اس مجموعہ سے اُن اشعار کا مطالعہ کریں جن میں یہ ترکیبیں چار چاند لگائے ہوئے ہیں :

"تاثیرِ خطباتِ خطیبِ دوراں......غبارِ رہِ گذارِ مصطفیٰ......شانِ فاقہ پروری......بلانوشانِ حق و آگہی......آئینۂ حق و صداقت......رشکِ بادشاہت......رشکِ گہر......گنجینۂ رحمت......فیضانِ کلیمانہ......طلسمِ کفر و شر......مرغِ چمنستانِ مدینہ......شمعِ شبستانِ مدینہ......قاطعِ بیش و کم......کاشفِ پیچ و خم......منتہائے کرم......صریرِ قلم......مریضِ قعرِ ذلّت......شکوہِ جلوہ آرائی......فرازِ طور......امتیازِ گلشن و صحرا......اعجازِ مسیحائی......فیضِ تابِ گویائی......جفائے اہلِ طائف......فیضانِ نگاہِ لطفِ سرور......مینائے دل......بوئے وفا......بہارِ حقیقت پیامِ محمد......گلستانِ رحمت کلامِ محمد......فیضِ پرتوِ نورِ مجسم......آتشِ برق و شرار وغیرہ۔

تابشؔ صاحب نے خالص غزلیہ لفظیات جیسے جام و مینا، شراب و ساقی، تار و رُباب اور مے کش و مے کدہ وغیرہ کو جس تقدیسی آہنگ کے ساتھ صحیح سیاق میں استعمال کیا ہے وہ لوازماتِ نعت سے آپ کی باخبری کی بین دلیل اور آپ کے قادر الکلام نعت گو شاعر ہونے کا عکاس ہے ۔

چلو مے کشو! آؤ جی بھر کے پی لیں     کہ گردش میں ہے اب بھی جامِ محمد



عجب تھرتھراہٹ ہے تارِ نفَس میں     یہ کس دل نے چھیڑا رُبابِ مدینہ
یہ ہے روحِ کوثر یہ جانِ کوثر     شراب مدینہ شراب مدینہ
اسی سے نہ کیوں داغِ عصیاں کو دھولوں     ہے مینائے دل میں شرابِ مدینہ
جو منہ سے لگی تو نہ چھوٹے گی تابشؔ     وہ ہے روح پرور شرابِ مدینہ
اک جام میں کھل جاتے ہیں اسرارِ حقیقت     اعجاز ہے کیا مَے کدۂ مصطفوی کا

علاوہ ازیں مضمون آفرینی، خیال آرائی، شکوہِ لفظی، شوکتِ ادا، بندش و چستی، ندرتِ بیان، علوئے فکر اور اوجِ تخیل جیسے عناصر کا استعمال غزل میں تو آسان ترین ہے لیکن نعت کے تنگنائے میں اس کو برتنے کے لیے بڑی دیدہ وری اور عرق ریزی کی ضرورت ہے۔ تابشؔ صاحب کے یہاں معانی آفرینی اور ندرتِ ادا کا کہیں کہیں ایسا اچھوتا اور نادر شعری اظہار ملتا ہے کہ بار بار سبحان اللہ! کہنے کے لیے دل مچلنے لگتا ہے، خاطر نشین کیجیے کلامِ تابشؔ سے معانی آفرینی کی دل نشین تابشیں ۔

میرا دل دل نہیں مدینہ ہے     اور ہیں خیرالورا مدینے میں
ایماں کی خیر ہو ارے ایماں کی خیر ہو     کانٹوں کا ذکر اور مدینے کی راہ میں
ہوا سنگ سیماب اور آگ سونا     سنا جس نے ان کا بیاں پیارا پیارا
عیاں ہوگئے سب حقیقت کے جلوے     وہ سرمہ ہے نوری ترابِ مدینہ

اسی طرح بالکل اچھوتا اور نرالا خیال، جس میں بلا کی جدت وندرت پنہاں ہے ۔

تمنا کی ہر تشنگی کو بجھا لوں     اگر دیکھ پاؤں سَرابِ مدینہ

غزوۂ خندق کے موقع پر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکمِ ناز پر پتھر باندھ لیے تھے تاکہ بھوک کی سختی سے کچھ افاقہ ہو سکے شاعرِ محترم نے عشقِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اجالے میں اس تاریخی واقعہ کو جس درجہ حسین و جمیل اور دل کش و دل نشین پیرایۂ بیان میں پیش کیا ہے وہ دیدنی و شنیدنی ہے، طرزِ اظہار کا یہ بانکپن اور جدت وندرت کی نادرہ کاری تابشؔ صاحب کے اوجِ تخیل اور علوئے فکر کی غمازی کرتی ہے، ملاحظہ ہو گراں قدر جوہر پارہ ۔

پتھروں نے لپٹ کے پیار کیا
فاقہ پرور شکم پہ لاکھ سلام

نعت گوئی کی ایک مبارک روش سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا ہے کہ خود خداوندِ قدوس

جل شانہ اور اس کے فرشتے صلاۃ وسلام میں مصروف ہیں، ہماری فضاؤں میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کا شہرۂ آفاق سلام ؏

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ایک مدت سے روشنیاں بکھیر رہا ہے، اس مقبولِ عام سلام کے تتبع میں بیش تر شعرا نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ سلام پیش کیا ہے، تابشؔ صاحب نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے جو سلام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذر کیا ہے، اس میں بلا کی نغمگی و موسیقیت، سلاست و روانی، معانی آفرینی، تراکیبِ لفظی اور پیکریت موج زن ہے، چند اشعار بہ طورِ نمونہ نشانِ خاطر کریں ؂

پاسبانِ حرم پہ لاکھ سلام    شانِ خیرالامم پہ لاکھ سلام
جس نے ذرے کو آفتاب کیا    اس نگاہِ کرم پہ لاکھ سلام
جو نہ بھولا ہمیں نہ بھولے گا    ایسے شاہِ امم پہ لاکھ سلام
دشمنِ جاں پہ رحم فرمایا    منتہائے کرم پہ لاکھ سلام
جینے مرنے کا راز سمجھایا    کاشفِ پیچ و خم پہ لاکھ سلام
جس نے نعتِ نبی پہ لب کھولا    اس صریرِ قلم پہ لاکھ سلام

مفخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ کا شعری اظہار بھی نعت گو شاعروں کے نزدیک مرغوب و پسندیدہ ہے، ایسی نعتیہ غزلوں میں شعرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ مسعود سے قبل کے حالات کی عکاسی کرتے ہوئے ولادتِ طیبہ کے بعد ظہور پذیر ہونے والی اصلاحی، انقلابی اور فکری تبدیلی کا بیان کرتے ہیں، تابشؔ صاحب کے یہاں بھی یہ اظہاریہ اپنی بھرپور آب و تاب کے ساتھ ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل کے نقوش کو ابھارتا ہے ؂

آمدِ مصطفیٰ نور ہی نور ہے    جشنِ صلِ علا نور ہی نور ہے
بخش دی جو ہمیں زندگی کے لیے    وہ کتابِ ہدیٰ نور ہی نور ہے
حبیبِ کبریا آئے شہِ عالی مقام آئے    جہانِ رہبری میں رہبرِ ہر خاص و عام آئے
شیاطینِ جہاں کا ہر طلسمِ کفر و شر ٹوٹا    نویدِ خیر و برکت لے جب خیر الانام آئے



ہوئی جب رحمتِ کونین کی تشریف فرمائی    کھلا بابِ شفاعت، معصیت کوشوں کی بن آئی
مٹایا کس نے آکر امتیازِ گلشن و صحرا    نہ تھی کونین میں جس کی مثال ایسی بہار آئی

اسی طرح واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن کا ایک شعر تو زباں زدِ خاص و عام ہے، جو آپ کی مقبولیت پر دلالت کرتا ہے ؂

شبِ اسرا نمازوں کی کمی بیشی بہانہ تھی
خدا خود چاہتا تھا میرا پیارا بار بار آئے

قاری تابشؔ صاحب کا یہ دل کش مجموعۂ نعت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی فنی گہرائی و گیرائی کو نمایاں کرتا ہے، آپ نے اپنے کلام کو محتاط فکر و تخیل کے ذریعہ آراستہ و مزین کرتے ہوئے قرآنی ادب کا مظہر بنایا ہے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور حیاتِ طیبہ کی روشنی میں اہلِ اسلام کو زندگی گذارنے کا پیغام دیا ہے۔ فنِ نعت گوئی میں تابشؔ صاحب کی یہ دل کش تابشیں یقیناً لائقِ تحسین و آفرین ہیں۔ راقم شاعرِ محترم کے فکر و فن، جذبہ و تخیل، طرزِ اظہار، تراکیب و پیکرات، اور افکار و موضوعات وغیرہ شعری و فنی محاسن کو نمایاں کرنے کا یقیناً اہل نہیں ہے لیکن یہ محترم صالح ابن تابش صاحب کی محبت اور حُسنِ ظن ہے کہ انھوں نے مجھ جیسے بے بضاعت کو اس قابل سمجھا۔ بہ ہر کیف! اس خوب صورت نعتیہ مجموعے کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل اس کو شرفِ قبول عطا فرمائے (آمین) تابشؔ صاحب ہی کہ ایک شعر پر قلم روکتا ہوں کہ ؂

تابشؔ اس فیضِ نعتِ نبی کے طفیل
میرے دل کی صدا نور ہی نور ہے

۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ/ ۲۵؍جون ۲۰۱۱ء بروز سنیچر

"لمعاتِ بخشش" کی شاعری سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ارادتِ مُرشد کا اظہار شاعرانہ لطافتوں کے جلو میں عالمانہ رفعتوں کا حامل بھی نظر آتا ہے۔ شاعری دینی اور مسلکی فکر اس کے ایک ایک شعر سے مترشح ہے جس کے پُرخلوص ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ نعت و منقبت کی شاعری جس تقدیس و تکریم کی متقاضی ہے، شاعر اس کے عُلو سے کماحقہٗ واقف ہے اور کسی اظہاری سطح پر اس سے انحراف شاعر کو گوارہ نہیں۔
سلیم شہزاد، ۱۱رنومبر ۲۰۱۰ء، مالیگاؤں

# ''زیست کا عنوان''......اُجلے تخیلات کی تقدیسی شاعری

نوعمر و تازہ کار عالم و شاعر مولانا عبداللہ سرورؔ اعظمی نجمی کی تقدیسی شاعری کا اولین مجموعہ ''زیست کا عنوان'' پیشِ نظر ہے۔ اِس میں حمد و دعا، نعت و مناقب اور حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری میاں کی دو مشہورِ زمانہ نعتوں پر خوب صورت تضامین شامل ہیں۔ یہ مجموعہ ذاتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور آقاے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ایک حسین گل دستہ ہے جس کے ایک ایک شعر سے شاعر کا والہانہ خلوص، فدا کارانہ عقیدت، شریعتِ مطہرہ کا التزام، الفاظ کا مناسب رکھ رکھاو اور شعریت کے حُسن کی جھلکیاں صاف طور پر نمایاں نظر آتی ہیں۔ سرورؔ صاحب نے اپنی تقدیسی شاعری کو جن لفظیات سے آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے، اُس میں دل کشی بھی ہے اور تازگی و طرفگی بھی۔ سرورؔ صاحب نے لسانی تعملات سے جن تراکیب کو طلوع کیا ہے اُن میں پیکریت اور امیجری بھی دکھائی دیتی ہے۔ ''زیست کا عنوان'' سے چند تراکیبِ لفظی ملاحظہ کریں تا کہ شاعر کی زباں دانی کا ایک ہلکا سا اشاریہ سامنے آجائے :

''مالکِ کل شہ دوسرا/ شہنشاہِ ارض وسما/ ضیاے ہر نظر/ سیدِ خوباں/ مذاقِ بندگی/ ساقیِ سلسبیل/ بادۂ دید/ شبابِ فیض/ زلف معنبر کا اُسارا/ محبوبِ ربِّ صمد/ خوشۂ رحمت/ فزوں عرشِ معلا سے/ ثریا سے فزوں مینار/ رخِ انور تجلاے خدا کا آئینہ/ قدومِ ناز/ نغمۂ شوق/ تجلاے خدا، جلوہ نبی کا/ رشکِ بُستاں/ خزاں رسیدہ خیاباں/ زیست کا عنوان/ غبارِ راہِ سرکارِ مدینہ/ جامِ ولاے شاہِ بطحا/ رشکِ قدس وزیبِ تاج قدسیاں/ اے شہ دیں شفیعِ الورا/ مالکِ کل خاتمِ پیغمبراں/ اصفیا کے رُخِ زیبا کا غازہ/ صدرِ بزمِ امکاں/ ذوق افزا شہ کوثر کی شفاعت......وغیرہ وغیرہ،

نعت گوئی کا فن کوئی معمولی حیثیت کا حامل نہیں کہ ہر کس و ناکس اسے ریاضت کر کے سیکھ لے، یہ سعادت انھیں خوش بخت افراد کے نصیبے میں آتی ہے جن پر فضلِ الٰہی اور فیضانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی چادر سایہ کناں ہوتی ہے۔ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں کفایت علی کافیؔ، محسنؔ



کاکوروی، امام احمد رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی، نوریؔ بریلوی وغیرہم نے جو دل کش نقوش ابھارے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ علاوہ ازیں نعت گوئی کے فن کو وسعت دینے والے حضرات کی فہرست بڑی طویل ہے۔ جن میں ''زیست کا عنوان'' کے مصنف محمد عبداللہ سرورؔ اعظمی نجمی کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ موصوف نے صنفِ نعت میں کافی اچھے اور خوب صورت اشعار زیبِ قرطاس کیے ہیں۔

سرورؔ صاحب ابھی نوعمر ہیں۔ ایک مذہبی درس گاہ کے فارغ التحصیل عالم ہیں۔ نیک لوگوں کی صحبت پائی ہے۔ بچپن سے نعتیہ نغمات سنتے آئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے نہاں خانۂ دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن ہے۔ اسی جذبۂ عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو بہ طورِ وسیلہ استعمال کیا اور اس میدان میں کامیابی آپ کے قدم چومتی نظر آرہی ہے۔ ''زیست کا عنوان'' آپ کے موے قلم کا اولین شعری سرمایہ ہے۔ جس میں آپ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت کے گُن گائے ہیں۔ طبیعت کی موزونی اور علمی پس منظر نے آپ سے صاف ستھرے شعر کہلوائے ہیں۔ کہیں کہیں آمد کے جلو میں آورد کا اظہاریہ بھی ابھرتا ہے۔ مضامین کی تکرار بھی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن کہیں کہیں ایسی پختگی پائی جاتی ہے کہ محسوس نہیں ہوتا یہ کسی نوعمر شاعر کا کلام ہے، چند شعر نشانِ خاطر ہوں۔

جھکائیں کج کلہ سنگِ درِ جاناں پہ سر اپنا
جہاں دم توڑتی ہے سروروں کی سروری تم ہو

مالکِ کونین ہو کر سادگی بے انتہا
تختِ شاہی سے فزوں تیری چٹائی خوب ہے

گریباں چاک ہیں آنکھوں میں کم خوابی کا عالم ہے
تمہارے در پہ میرے دل کی سب حسرت نکل جائے

پڑھیں کلمہ حجر، دوڑیں شجر، مردے بھی جی اٹھیں
دمِ عیسا تمہارا ہے ، یدِ بیضا تمہارا ہے

مدینے والے کی یادیں بسی ہوں جب دل میں
تو دل شگفتہ یہ مثلِ گلاب ہوتا ہے

کامیابی کے سب نصابوں میں
ان کی الفت کا باب داخل ہے

نعت گوئی کا محرک حقیقی عشقِ رسول ﷺ ہے۔ یہ عشق جتنا پُرخلوص اور والہانہ ہوگا، فن کار کی شاعرانہ ریاضتیں اتنی ہی زیادہ تاثیر کے جوہر سے آراستہ و مزین ہوں گی۔ سرورؔ اعظمی نے جس تقدیسی وملکوتی اوصاف کے حامل ''دبستانِ بریلی'' سے اکتسابِ فیض کیا ہے، اس کی محبت رسول ﷺ میں ''محتاط وارفتگی'' اظہر من الشمس ہے۔ اس لحاظ سے اُن کے یہاں موضوعات میں تقدس، خیالات میں طہارت اور اظہارِ عشق میں اعتدال نظر آتا ہے۔ مبالغہ وغلو سے پَرے یہی نعت گوئی دراصل شاعر کے لیے اخروی نجات کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ سرور صاحب کی نعتوں کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد ناچیز اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ وہ نعت گوئی کے فن کی باریکیوں سے نہ صرف واقف ہیں بل کہ ان کو کامیابی سے برتنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ جس کی وجہ سے موصوف کا کلام بے جا خیال آرائیوں سے پاک وصاف دکھائی دیتا ہے۔ شاعر نے قدم قدم پر اپنے خیالات ومحسوسات کو ادا کرنے میں سچائی اور صداقت کا پاس ولحاظ رکھا ہے۔

سرورؔ صاحب نے لفظیات میں تنوع لانے کے ساتھ ساتھ زمینوں اور بحروں کے انتخاب میں بھی عمدگی برتی ہے۔ بعض ردیفیں اور قوافی جدت وندرت کی آئینہ دار ہیں ۔

ولائے مصطفیٰ دل میں بسا کر آج تم نکلو
ثنائے مصطفیٰ لب پر سجا کر آج تم نکلو

وہ نورِ کبریا جب انسان بن کے چمکا
جگ میں وہ نور رشکِ بستان بن کے چمکا

جن کا رخ مثل بدرِ کامل ہے
وہ جو سب خوبیوں کا حامل ہے

جس جگہ بھی رب تعالیٰ کی خدائی خوب ہے
مصطفیٰ کی اس جگہ پر مصطفائی خوب ہے

جہاں پہ ذکر رسالت مآب ہوتا ہے
خدا کا لطف وکرم بے حساب ہوتا ہے

تیری مدحت جو کیا دہر میں محمود ہوا
تجھ سے رکھے جو عداوت وہی مردود ہوا



سرورؔ نے سہل پیرایۂ زبان وبیان میں سادگی وسلاست، برجستگی وسادگی اور سلیقہ مندی کے ساتھ آدابِ نعت کا خیال رکھتے ہوئے معتبر مضامینِ نعت کو اشعار کے پیکر میں خوب صورتی سے ڈھالا ہے۔ فکر وفن کے لحاظ سے بھی سرورؔ کی شاعری خوب ہے۔ صنائع لفظی، استعارات، تراکیب اور پیکریت کی مثالیں بھی ''زیست کا عنوان'' میں چار چاند لگائے ہوئے ہیں سرورؔ نے اپنے تخلص کی مناسبت سے کس درجہ خوبی کے ساتھ تجنیس تام کا کام لیا ہے، ملاحظہ ہو ۔

جو سرورؔ ، سرورِ کونین کی نعتیں سناتا ہے
کوئی مچلے ولائے مصطفیٰ میں کوئی جل جائے

اردو لفظیات کے ساتھ عربی، فارسی اور ہندی لفظیات کا حسین امتزاج سرورؔ کے اسلوبِ شاعری کو ایک اچھوتا بانکپن عطا کرتا نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی ذیل کی مثالیں صنعتِ تلمیح اور صنعتِ اقتباس میں بھی شامل ہیں ۔

اشارہ یہ رفعنا میں ہے روشن
جہاں میں ذکر اونچا ہے نبی کا
(قرآنی آیت کا جز)

صفت ان کی عنتّم ہے تو کیسے؟
گدا ہو رنج سے دوچار ان کا
(قرآنی آیت کا جز)

اذ ہوا غیری کی ہے جب کہ صدا چاروں طرف
عاصیوں کو اپنے دامن میں چھپانا خوب ہے
(حدیث پاک)

گزر گاہِ ارم پر وہ کھڑے ہیں
صدا جب ربِّ سلم کی لگائے
(حدیث پاک)

عربی کے علاوہ ہندی اور فارسی لفظیات کی مثالیں ملاحظہ کریں ۔

پیوں میں جامِ ولائے شاہِ بطحا
مَیں اپنے دل کی دنیا کو سجاؤں
ہے روشن چاند سے چہرہ نبی کا
تجلائے خدا جلوہ نبی کا
جہاں میں تاج ور تم ہو
ضیائے ہر نظر تم ہو
سب مری اور بڑے رشک سے دیکھا کرتے
ساری دنیا کے لیے مثل نمونہ ہوتا
وہ نورِ کبریا جب انسان بن کے چمکا
جگ میں وہ نور رشکِ بستان بن کے چمکا

خالص ہندی لفظ ''اُسارا'' بمعنی سائبان کا فارسی ترکیب ''زلف معنبر'' کے ساتھ فن کارانہ استعمال تو بڑا لطف دے رہا ہے۔

گرمیِ حشر کا پھر خوف نہ ہوتا مجھ کو
تو اگر زلف معنبر کا اُسارا کرتا

علاوہ ازیں ذیل کا شعر تو بڑا ہی خوب صورت اور دل کش ہے، تصویریت کا حُسن اور منظر کشی کا جمال لائق دید وشنید ہے۔

نبی کے رخ پہ ہیں زلفین کچھ اس طرح سروؔر
کہ جیسے ماہِ مبیں پر سحاب ہوتا ہے

مذکورہ زمین کے مزید دو شعر ملاحظہ کریں اور سلاست وروانی کی داد دیں۔

نبیِ پاک کے روضے پہ دیکھ لو آکر
خدا کے جلووں کا اٹھا حجاب ہوتا ہے
اگر ہوں آخری منزل مدینے کی گلیاں
تو زندگی کا سفر لاجواب ہوتا ہے

سروؔر نے معجزاتِ نبوی علیہ السلام کا بیان بھی دل کش پیرایے میں کیا ہے جو صنعت تلمیح کے ضمن میں آتے ہیں، جن کی مثالیں ''زیست کا عنوان'' میں جابہ جا دیکھی جاسکتی ہیں۔



اس مجموعہ میں شامل نعتِ پاک ''کاش! مَیں نعلِ نبی کا کوئی ذرہ ہوتا ہے'' میں سروؔر صاحب نے جس ایمانی تمنا کا والہانہ اظہار کیا ہے، وہ قابل رشک اور ہر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے قلبی ہے، چند شعر پڑھیں اور لطف وسرور کو دوبالا کریں۔

کاش! مَیں نعل نبی کا کوئی ذرہ ہوتا
اپنی قسمت پہ مَیں ہر آن مچلتا ہوتا
لعل و گوہر مری قسمت پہ فدا ہوجاتے
شاہِ کونین کے قدموں سے مَیں لپٹا ہوتا
ان کے قدموں کے مَیں جب چاہتا بوسہ دیتا
بالیقیں اوج پہ میرا بھی نصیبہ ہوتا
ان کے قدموں سے لپٹ کر مجھے ملتی عزت
اصفیا کے رخ زیبا کا مَیں غازہ ہوتا

اسی طرح ''اے شہ دیں شفیع الورا'' - ''ضیائے ہر نظر تم ہو'' - ''لامکاں تک سرورِ دیں کی رسائی خوب ہے'' - ''اے مسیحا ترے قربان مسیحائی ہے'' - ''بس چلے تو حشر ہی برپا کرے'' - ''ان کا مدحت سرا مرا دل ہے'' - ''آپ کی مدح سرائی مرا مقصود ہوا'' - ''کردیا سب نے جبیں سائی ترے دربار میں'' - جیسی نعتیں بہت خوب اور لائقِ مطالعہ ہیں۔

سروؔر صاحب نے قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں دام ظلہ العالی کی دو شہرۂ آفاق نعت ''سنبل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے'' اور ''مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں'' پر تضمین بھی قلم بند کی ہے۔ جو عقیدے اور عقیدت کے ساتھ فکروفن، جذبہ وتخیل اور زبان وبیان کے لحاظ سے بھی بلند معیار ہیں۔ دونوں تضمین سے ایک ایک بند خاطر نشین کریں۔

ہے مہبط قدسیوں کا بالیقیں وہ روضۂ جاناں
دل عشاق کی ٹھنڈک ہے دیدِ جلوۂ جاناں
مرے دل میں ہے حسرت دیکھ لوں مَیں قبۂ جاناں
''مجھے کھینچے لیے جاتا ہے شوقِ کوچۂ جاناں
کھنچا جاتا ہوں مَیں یک سر مدینہ آنے والا ہے''

رشکِ قدس و زیبِ تاجِ قدسیاں
جس سے روشن ہیں زمین و آسماں
مالکِ کل خاتمِ پیغمبراں
”زیب و زینِ خاک و فخرِ خاکیاں
زینتِ عرشِ معلا آپ ہیں“

نعتیہ نغمات کے بعد سرورؔ صاحب نے اصحابِ بدر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضٰی، حضرت امام حسین، حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ غریب نواز، امام احمد رضا بریلوی رضی المولیٰ عنہم کی شان میں مناقب بھی نظم کی ہے۔ جو اِن بزرگوں کے تئیں آپ کی مخلصانہ محبت وعقیدت کی غمازی کرتی ہیں، سرورؔ صاحب نے ان مناقب میں تاریخی واقعات وغیرہ سے کام لے کر بعض اشعار کو صنعتِ تلمیح سے سجادیا ہے۔

سرورؔ صاحب نے اتنی کم عمری میں جس مقدس شعری خزانے سے نعتیہ ادب میں ایک دل کش گل دستے کا اضافہ کیا ہے، اُس مجموعۂ کلام کی حوصلہ افزائی نہ کرنا اں صاف کے خلاف ہوگا۔ موصوف اسی طرح نعت گوئی کے میدان میں اپنا اشہبِ قلم دوڑاتے رہیں اسی نیک خواہش کے ساتھ دعا ہے کہ روشن جذبات اور اجلے تخیلات کی یہ تقدیسی شاعری سرورؔ اعظمی کی ”زیست کا عنوان“ بن کر میدانِ محشر میں ”نجات کا سامان“ بھی بن جائے۔ (آمین) ۲۴رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ/ 20/12/2012 منگل صبح 09:30

”جناب ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی مالیگانوی کا نام اب ادبی دنیا میں نیا نہیں رہا، تین دہائی سے کچھ اور کی عمر کے اس جواں سال ادیب نے شعروادب کے میدان میں جو قلمی خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً سراہے جانے کے لائق ہے، ابتدا ہی سے آپ ادب و مذہب دونوں کو لے کر چل رہے ہیں۔ کم عمری ہی میں آپ نے اپنا نعتیہ دیوان ”لمعاتِ بخشش“ کے نام سے تیار کرلیا تھا، جو آپ کی فکری کاوش اور قلبی واردات کا نتیجہ ہے۔ بیس بائیس سال کے کسی نوجوان کا صاحبِ دیوان شاعر ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں، جستہ جستہ اِس مجموعے کی نعتوں کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا، اصلاح کی تو بڑے بڑوں کو بھی ضرورت ہوا کرتی ہے یہ تو ایک نومشق اور ننھے شاعر کا فکری سرمایہ ہے۔

نعتیہ دیوان کے ساتھ کئی اور کتابیں بھی آپ کے نوکِ قلم سے منظرِ عام پر آچکی ہیں اور اہلِ علم وادب سے کلماتِ تحسین وصول کررہی ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف میں ”نثر رضا کے ادبی جواہر پارے“ اور ”عملی قواعدِ اردو“ نے مجھے زیادہ متاثر کیا، اول الذکر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نثری اور ادبی شہ پاروں کو بڑی خوبی اور مختصر تبصرے کے ساتھ جمع کردیا ہے، جب کہ دوسری کتاب میں جو کہ صرف ۳۲ رصفحات پر ہے، دوسو اکتیس (۲۳۱) اصطلاحات کی تعریفات پر مشتمل ہے۔ اسی کو کہتے ہیں ”دریا کو کوزے میں بند کردینا“ اِس کتاب پر یہ کہاوت پورے طور پر صادق آتی ہے۔“

**علامہ محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی، چریا کوٹ**



# ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی......اک تعارف

نام: محمد حسین
قلمی نام: محمد حسین مُشاہدؔ رضوی
والد کا نام: عبدالرشید برکاتی
والدہ کا نام: خدیجہ جبین
ولادت: محرم الحرام 1400ء/ دسمبر 1979ء
تعلیمی ریکارڈ کے مطابق: 1ر جون 1979ء
مقامِ ولادت: مالیگاؤں، ضلع ناشک، مہاراشٹر
تعلیمی لیاقت: ایم.اے.، ڈی.ایڈ.، پی.ایچ.ڈی (اردو)، یوجی سی-نیٹ (اردو)،
دیگر تعلیمی لیاقت: 2رسالہ خوش نویسی وخطاطی کورس، زیرِ اہتمام قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، دہلی
ڈی.ٹی.پی کورس
پی.ایچ.ڈی کا موضوع: (مفتیِ اعظم علامہ) مصطفٰی رضا نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ
یونی ورسٹی کا نام: ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی، اورنگ آباد، مہاراشٹر
نگراں کا نام: محترمہ ڈاکٹر شرف النہار، صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فور ویمن، اورنگ آباد
مشاغل: سیرت، قرآنیات، احادیث، شاعری، تنقید وتحقیق، ادب اور مذہبی ادب کا مطالعہ
ملازمت: ضلع پریشد اردو پرائمری اسکول، نیاے ڈونگری، تعلقہ ناندگاؤں،
ضلع ناشک (2002ء سے تاحال)
انعامات واعزازات: (1) بارہویں جماعت میں اردو مضمون میں ٹاپ (1997)
ایوارڈ من جانب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی، ممبئی
(2) مقابلۂ خوش نویسی میں دوم انعام (1998)
منعقدہ من جانب ادارۂ فیض القلم، مالیگاؤں
(3) تقریری مقابلے میں اول انعام (1998)
منعقدہ من جانب اے ٹی ٹی ہائی اسکول کلچرل کمیٹی، مالیگاؤں

(4) بیسٹ کیلی گرافر اِن اردو (1999)

من جانب الانصار ایجوکیشنل سوسائٹی، ہزار کھولی، مالیگاؤں

(5) بی. اے میں اردو مضمون میں ٹاپ (2002)

ایوارڈ من جانب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی، ممبئی

(6) ایم. اے میں اردو مضمون میں ٹاپ (2004)

ایوارڈ من جانب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی، ممبئی

(7) ایوارڈ من جانب کل ہند تنظیم اردو اساتذہ ناشک ڈویژن،

برائے ادبی و تدریسی خدمات (2009) بہ دست محترم اطہر پرویز صاحب

(8) حجۃ الاسلام ایوارڈ برائے پی. ایچ. ڈی (2011)

من جانب تنظیم نوجوانانِ اہل سنت، اورنگ آباد

(9) بیسٹ اکیڈمک اچیومنٹ برائے پی ایچ ڈی (2011)

بہ دست محترم ڈاکٹر اے. جی. خان (بی سی یو ڈی، مراٹھواڑہ یونی ورسٹی اونگ آباد)

(10) فخرِ سنیت ایوارڈ برائے پی ایچ ڈی (2011)

من جانب رقیہ جن ایجوکیشنل سوسائٹی، مالیگاؤں بہ دست حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ

(11) وقارِ قلم ایوارڈ برائے پی ایچ ڈی (2011)

من جانب ترقی اردو ہند، شاخ مالیگاؤں و اردو لائبریری ٹرسٹ، مالیگاؤں

(12) فیضانِ رشید ایوارڈ برائے پی ایچ ڈی، (2011)

من جانب نوجوانانِ بزمِ حق، نیاے ڈونگری

(13) اعزاز من جانب مہاراشٹر راجیہ پراتھمک شکشک سنگھ شاخ ناندگاؤں

برائے پی ایچ ڈی، (2011) بہ دست مسٹر پنکج بھجبل ایم ایل اے، ناندگاؤں

(14) توصیفی سند، سپاس نامہ و اعزاز برائے پی ایچ ڈی، (2011)

من جانب جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی

مطبوعات: (1) چہل حدیث مع گلدستۂ احادیث 2004ء

(2) اردو کی دل چسپ اور غیر معروف صنعتیں 2005ء



(3) لمعاتِ بخشش (نعتیہ دیوان) 2009ء

(4) تذکرۂ مجیب 2010ء

(5) عملی قواعدِ اردو 2010ء

(6) نثرِ رضا کے ادبی جواہر پارے 2011ء

(7) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی 2011ء

(8) جنگِ آزادی 1857ء کا فتواے جہاد اور علامہ فضل حق کا قائدانہ کردار 2011ء

(9) تشطیراتِ بخشش (شعری مجموعہ) 2011ء

(10) شادی کا اسلامی تصور 2011ء

(11) پھنس گیا کنجوس (ادبِ اطفال، مراٹھی کہانیوں کا ترجمہ) 2011ء

(12) اقلیمِ نعت کا معتبر سفیر...... نظمی مارہروی 2011ء

(13) عملی قواعدِ اردو 2011ء

(14) گلشنِ اقوال 2011ء

(15) رہنماے نظامت 2011ء

(16) خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ 2011ء

(17) جگا ڈاکو اور جادوئی غار (کہانیاں) 2012ء

(18) سلطان ٹیپو 2012ء

(19) میلاد النبی ﷺ اور علماے عرب 2012ء

(20) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 2012ء

(21) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 2012ء

(22) حضرت حفصہ و زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما 2012ء

رابطہ : سروے نمبر 39، پلاٹ نمبر 14، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں
(ضلع ناشک)، 423203

موبائل : 09021761740 / 09420230235

ای-میل : mushahidrazvi79@gmail.com

سائٹ : www.scribd.com/mushahidrazvi

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی
نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے